احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کیلئے

اشاعت خصوصی

جمعہ 16 فروری 2007ء

روزنامہ
الفضل

ٹیلی فون نمبر 047-6213029 C.P.L 29-FD

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

Web: http://www.alfazl.org
Email: editor@alfazl.org

جمعہ 16 فروری 2007ء 27 محرم 1428 ہجری 16 تبلیغ 1386 ہش جلد 57-92 نمبر 36

یادگار بیٹا

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا بیٹا یادگار رہ جائے گا

(الاربعین فی احوال المھدیین شاہ اسماعیل شہید نومبر 1851 کلکتہ)

مصلح موعود کے متعلق عظیم الشان پیشگوئی اور اس کے مصداق کا دعویٰ

حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا:۔

”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین (......) کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب (......) کو انکار اور تکذیب کی راہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ (......) خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر، مظہر الحق والعلاء (۔) جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امرا مقضیا“

(اشتہار 20 فروری 1886ء روحانی خزائن جلد نمبر 5 ص 647)

12 مارچ 1944ء کو لاہور کے جلسہ عام میں سیدنا حضرت مصلح موعود نے خدائے واحد و قہار کی قسم کھا کر نہایت پُر شوکت الفاظ میں اعلان فرمایا:۔

”آج میں اس جلسہ میں اس واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں 13 ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ (دین) دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔“ (الفضل 18 فروری 1958ء)

اہم نوٹ:۔ اس شمارے میں خالی صفحات پر اشتہارات ہیں۔

مصلح موعود کے متبعین کی ذمہ داری

حضرت مصلح موعود کا ولولہ انگیز ارشاد

''آپ لوگ جو میرے اس اعلان کے مصدق ہیں۔آپ کا اولین فرض یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے خون کا آخری قطرہ (دین حق) اور احمدیت کی فتح اور کامیابی کے لئے بہانے کو تیار ہو جائیں۔ بیشک آپ لوگ خوش ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ آپ کو یقیناً خوش ہونا چاہئے۔ کیونکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے خود لکھا ہے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔ پس میں تمہیں خوش ہونے سے نہیں روکتا۔ میں تمہیں اچھلنے کودنے سے نہیں روکتا۔ بیشک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اچھلو اور کودو لیکن میں کہتا ہوں اس خوشی اور اچھل کود میں تم اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو جس طرح خدا نے مجھے رویا میں دکھایا تھا کہ میں تیزی کے ساتھ بھاگتا چلا جا رہا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی جا رہی ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے الہاماً میرے متعلق یہ خبر دی ہے کہ میں جلد جلد بڑھوں گا پس میرے لئے بھی مقدر ہے کہ میں سرعت اور تیزی کے ساتھ اپنا قدم ترقیات کے میدان میں بڑھاتا چلا جاؤں مگر اس کے ساتھ آپ لوگوں پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے قدم کو تیز کریں اور اپنی سست روی کو ترک کر دیں۔ مبارک ہے وہ جو میرے قدم کے ساتھ اپنے قدم ملاتا ہے اور سرعت کے ساتھ ترقیات کے میدان میں دوڑتا چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو سستی اور غفلت سے کام لے کر اپنے قدم کو تیز نہیں کرتا اور میدان میں آگے بڑھنے کی بجائے منافقوں کی طرح اپنے قدم کو پیچھے ہٹا لیتا ہے اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھتے ہو تو قدم بقدم اور شانہ بشانہ میرے ساتھ بڑھتے چلے آؤ''۔ (الموعود)

منظوم پیغام

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالب آرام نہ ہو
خدمتِ دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالب انعام نہ ہو
عادت ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشق صنم لب پہ مگر نام نہ ہو
اپنی اس عمر کو اک نعمت عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوہ ایام نہ ہو
کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور
اے مرے اہل وفا سست کبھی گام نہ ہو
گامزن ہو گے رہ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سرانجام نہ ہو

(کلام محمود)

حضرت مصلح موعود کی احباب جماعت سے بے پناہ محبت

قاتلانہ حملہ کے بعد جماعت کے نام حضور کا دردناک پیغام

10 مارچ 1954ء کو حضرت مصلح موعود بیت مبارک ربوہ میں عصر کی نماز پڑھا کر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ عبدالحمید نامی شخص نے پیچھے سے آ کر آپ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ جس کا وار حضور کی گردن پر لگا۔

حضور قصر خلافت میں تشریف لے گئے اور 10 مارچ کی رات کو جماعت احمدیہ کے نام اپنے قلم مبارک سے ایک برقی پیغام بزبان انگریزی تحریر فرمایا جو اخبار المصلح کراچی کے 12 مارچ 1954ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اس کے آخری حصہ کا عکس، مکمل متن اور اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

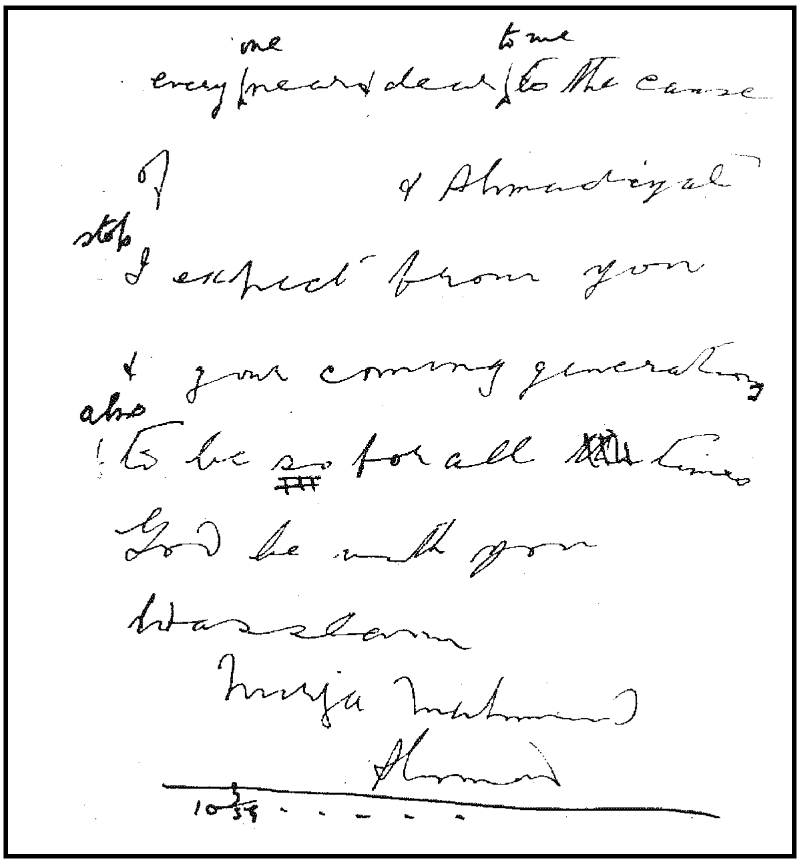
me to me
every near and dear to the cause
of Ahmadiyyat
also I expect from you
& your coming generation
also to be so for all times
God be with you
Wassalam
Mirza Mahmud
Ahmad
10.3.54

پیغام کا مکمل متن درج ذیل ہے۔

Almuslih Karachi

Brethren you have heard about the attack made upon me by an ignorant enemy. May God open these peoples' eyes and make them understand their duty towards (-) and Holy Prophet. My brethren pray to God that if my hour has come Allah may give my soul peace and bestow His blessings. Also pray that God through His bounty may give you a leader better suited to the job than I was. I have loved you always better than my wives and children and was always ready to sacrifice every one near and dear to me to the cause of (-) and Ahmadiyyat. I expect from you and your coming generations also to be so. For all times God be with you.

Mirza Mahmood Ahmad

ترجمہ:۔

المصلح کراچی

برادران! آپ سن چکے ہوں گے کہ مجھ پر ایک نادان دشمن نے حملہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آنکھیں کھولے اور...... نبی اکرم ﷺ سے متعلق ان پر جو فرض عائد ہوتا ہے اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

برادران! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اگر میرا وقت آن پہنچا ہے تو وہ میری روح کو تسکین عطا کرے اور اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ نیز یہ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ لوگوں کو ایسا لیڈر عطا فرمائے جو اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ موزوں ہو۔

میں ہمیشہ آپ سے اپنی بیویوں اور بچوں سے زیادہ محبت کرتا رہا ہوں اور...... اور احمدیت کی خاطر اپنے ہر قریبی اور ہر عزیز کو قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہا ہوں۔ میں آپ سے اور آپ کی آنے والی نسلوں سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں کہ آپ بھی ہمیشہ اسی طرح عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام

مرزا محمود احمد

پبلشر و پرنٹر طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ مطبع ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت -/9 روپے

سوانح فضل عمر کا ایک زریں اور ناقابل فراموش باب

تعلیم نسواں اور مجلس شوریٰ میں خواتین کی نمائندگی کے لئے حضرت مصلح موعود کی جدوجہد

آپ نے ہندوستان کی پسماندہ عورت کو ادنیٰ مقام سے اٹھا کر بلند مقام پر فائز کر دیا

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفة المسیح الرابع)

تعلیم نسواں

عورتوں کی تعلیم کی طرف ابتداء ہی سے آپ کو بڑی گہری توجہ تھی۔ لیکن آپ کے ذہن میں تعلیم کا اصل اور بنیادی تصور دینی تھا اور دنیاوی تعلیم کو ثانوی حیثیت حاصل تھی۔ خصوصاً عورتوں کو چونکہ گھروں میں اپنی اولاد کی دینی تربیت کا اولین ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اس لئے ان کی دینی تعلیم کی طرف آپ کی خصوصی نظر تھی۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’جس طرح تم (مرد) اپنے لئے پڑھنا ضروری سمجھتے ہو۔ اسی طرح ان کے لئے بھی پڑھنا ضروری سمجھ کر ان کو پڑھاؤ، تا تمہارے گھر ایسے نہ ہوں کہ صرف تم ہی قرآن جاننے والے ہو اور باقی جاہل۔ بلکہ تمہاری عورتیں بھی جانتی ہوں۔......

ہماری جماعت کے وہ لوگ جنہوں نے اپنی عورتوں کو دین سے واقف نہیں کیا ان کا تلخ تجربہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی بیوی بچے غیر احمدی ہوگئے‘‘۔

(الفضل 5 راگست 1916ء)

اسی مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

’’دین کی تعلیم عورتوں کو بھی ضرور دینی چاہئے۔ کیونکہ جب تک دونوں پہلو درست نہ ہوں اس وقت تک انسان خوبصورت نہیں کہلا سکتا ...... میں تو باوجود اس کے کہ اور بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں۔ گھر میں ضرور پڑھاتا ہوں۔ کیونکہ عورتوں کا پڑھانا بہت ضروری ہے......

میرا دل چاہتا ہے کہ ہماری نسلیں ہم سے بھی زیادہ احمدیت کا جوش لے کر اٹھیں۔ تا خدا تعالیٰ کا دین اطراف عالم میں پھیل جائے۔ اس لئے میں یہ نہیں کہتا کہ تم قرآن پڑھو بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی پڑھاؤ تا کہ جس طرح تم اس دنیا میں اکٹھے ہو۔ اگلے جہان میں بھی اکٹھے ہی رہو۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ میں اس کو سختی سے محسوس کر رہا ہوں۔ اس لئے سخت تاکید کرتا ہوں کہ عورتوں کو پڑھانے کی طرف جلدی توجہ کرو‘‘۔

(الفضل 5 راگست 1916ء)

اس امر پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہ عورتوں کے تعلیمی ادارے کس قسم کے ہونے چاہئیں جو ان کی کم از کم تعلیمی ضرورتوں کو پورا کر سکیں آپ نے حسب ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی۔

’’عورتوں کے سکول ایسے ہوں کہ لکھائی پڑھائی یا حساب کی ابتدائی باتیں سکھا کر یکدم عورتوں کو جو دینی ہیں۔ ان کی طرف لے جایا جائے۔ قرآن شریف پڑھایا جائے۔ مسائل سکھائے جائیں تاکہ بچوں کی تربیت کر سکیں۔ امور خانہ داری سکھائے جائیں۔ اس کے لئے ان کے واسطے کتابیں لکھی جائیں‘‘۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء ص 63)

مخلوط تعلیم کے اگرچہ آپ خلاف تھے لیکن اس امر کے خلاف نہیں تھے کہ ایک ہی کمرہ میں اگر لڑکے لڑکیوں کا علیحدہ باپردہ نشست کا انتظام ہو تو انہیں اکٹھی تعلیم دے دی جائے۔ جب 1929ء میں پہلی بار یہ سوال پیدا ہوا تو چونکہ ہائی سکول کے طلبا اور طالبات کا معاملہ تھا جن کی عمریں ناپختہ ہوتی ہیں بلکہ وہ عمر کے ایسے دور میں سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ نفسیاتی لحاظ سے ٹھوکر کھانے کے احتمالات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ آپ نے اس امر کی اجازت نہیں دی اور فرمایا:۔

’’میرے نزدیک اس میں تو کوئی حرج نہیں کہ اگر ضرورت ہو تو درمیان میں پردہ ڈال کر ایک طرف لڑکے بیٹھے ہوں اور دوسری طرف لڑکیاں اور تعلیم حاصل کریں۔ لیکن خرابیاں کمرۂ تعلیم میں نہیں پیدا ہوا کرتیں بلکہ کمرہ سے باہر پیدا ہوتی ہیں۔ لڑکے لڑکیوں کا اکٹھے آنا جانا، ملنا جلنا اس سے نقائص پیدا ہو سکتے ہیں۔ خود ہمارے ہاں یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ جب تک لڑکیوں کے لئے علیحدہ تعلیم کا انتظام مکمل نہیں ہوتا ہائی سکول کی اعلیٰ کلاسوں کے ساتھ لڑکیاں بھی تعلیم حاصل کریں اور علیحدہ پردہ میں تعلیم پاتی رہیں مگر اسی نقص کی وجہ سے کہ ان کا ملنا جلنا مناسب نہیں اس تجویز کو منظور نہیں کیا گیا‘‘۔

(الفضل 25 جنوری 1929ء ص 5)

بعدازاں تقسیم ملک کے بعد ربوہ میں جب یہی سوال ایم اے عربی کی تعلیم کے سلسلہ میں اٹھایا گیا تو چونکہ ایسے لڑکے اور لڑکیوں کا سوال تھا جو ایک پختہ عمر کو پہنچ چکے ہوتے ہیں اور تعلیم کا دائرہ بھی نسبتاً محدود تھا اس لئے آپ نے بشرح صدر اس کی اجازت دے دی۔ مستورات کے تعلیمی معیار کو بڑھانے کی طرف آپ کی گہری توجہ بہت جلد باثمر ثابت ہوئی۔ چنانچہ ستمبر 1931ء تک ان کوششوں کے جو نیک نتائج ظاہر ہوئے ان کا ذکر کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں آپ نے اطمینان کا اظہار فرمایا:۔

’’ہماری جماعت میں عورتوں کی تعلیم اس سرعت سے پھیل رہی ہے خصوصاً قادیان میں کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد عورتوں کی جہالت کی بلا سے ہم لوگ بچ جائیں گے‘‘۔

(الفضل 29 ستمبر 1931ء ص 6,5)

جہاں تک تعلیم قرآن کا تعلق ہے اس کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر اور مستورات میں قرآن دانی کا اعلیٰ ذوق پیدا کرنے کے لئے آپ ابتداء میں ایک دن چھوڑ کر باقاعدگی سے قرآن کریم کا درس دیتے رہے۔ یہ سلسلہ 1918ء تک اس طرح جاری رہا۔ لیکن اس سال انفلوئنزا کے شدید حملہ کے باعث کچھ عرصہ کے لئے اس میں تعطل ہو گیا۔ مگر آپ کو قرآن کریم سے جو محبت تھی اس کے نتیجہ میں آپ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ زیادہ دیر تک اس اہم کام میں تعطل رہے۔ لہٰذا ابھی صحت پوری طرح بحال بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ نے دوبارہ یہ درس جاری فرما دیا۔ البتہ خلافت کی بڑھتی ہوئی مصروفیات کے باعث اب یہ درس ہفتہ میں تین دن کی بجائے صرف ایک دن بروز ہفتہ ہونے لگا۔ ماسوا اس کے کہ آپ قادیان سے باہر تشریف لے گئے ہوں یا بسبب بیماری درس دینا ناممکن ہو بڑے التزام کے ساتھ آپ آخر عمر تک ہمیشہ یہ درس دیتے رہے۔ قادیان کے زمانہ میں درس کا انتظام اس گھر میں ہوتا رہا جہاں راقم الحروف کا بچپن گزرا۔ نماز فجر کے ساتھ ہی منتظمہ خواتین ہمارے گھر پر قبضہ کر لیا کرتی تھیں اور جو بچے اس وقت تک سوئے ہوتے انہیں بھی اٹھا کر ان کے بستر لپیٹ دیئے جاتے۔ ناشتہ کے بعد حضور درس قرآن کے لئے تشریف لاتے۔ مستورات کو اس درس میں شامل ہونے کا اتنا شوق تھا کہ دور دور کے محلوں سے جوق در جوق حاضر ہوتیں یہاں تک کہ بعض اوقات صحن میں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے سیڑھیوں اور چھتوں پر بیٹھنا پڑتا۔

تقسیم ملک کے بعد بھی یہ سلسلہ دارالہجرت ربوہ میں اسی طرح باقاعدگی سے جاری رہا اور آخری علالت تک الا ماشاء اللہ آپ باقاعدہ ہر ہفتہ درس دیتے رہے یہاں تک کہ جس دن آپ نے آخری درس دیا وہی دن آپ کی آخری طویل علالت کا پہلا دن تھا۔

طبیعت مضمحل ہونے کے باوجود آپ درس کے لئے تشریف لے آئے لیکن درس کے معاً بعد ہمت نے جواب دے دیا۔ اچانک بیماری کا شدید حملہ ہوا۔ جس کے باعث تادم واپسیں آپ صاحب فراش رہے۔

مجلس شوریٰ میں عورتوں کی نمائندگی

حضرت خلیفة المسیح الثانی کی انتہائی کوشش یہی تھی کہ رفتہ رفتہ احمدی مستورات ٹھوس تربیت حاصل کر کے اس بلند مقام کو حاصل کر لیں جو آنحضور ﷺ کی عظیم رہنمائی، تربیت اور قوت قدسیہ کے نتیجہ میں آج سے چودہ سو برس پہلے عورت کو حاصل ہوا تھا۔ آپ احمدی عورت میں ایسی عظمت کردار دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ پوری خود اعتمادی سے اپنی عصمت کی مکمل حفاظت کے ساتھ ساتھ تمام اہم ملی خدمات میں برابر کی حصہ دار بن جائے اور پردہ کی تعلیم عورت کو قومی مسائل میں عملی کردار ادا کرنے سے باز نہ رکھ سکے۔ آنحضور ﷺ سے بہتر پردہ کی حکمت کو اور کون سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ آپؐ کے زمانہ میں عورت کی طرز زندگی پر نظر دوڑاتے ہوئے یہ مناظر ہمارے سامنے آتے ہیں کہ زمانۂ نبویؐ میں مسلمان عورت عصمت اور پاکیزگی کی فصیل میں قلعہ بند ہونے کے باوجود اہم قومی اور ملی خدمات سے محروم نہ رہتی تھی۔ اگر ایک طرف جہاد بالسیف کے دوران وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور متفرق ہنگامی خدمات سرانجام دیتی تو دوسری طرف زمانۂ امن میں جہاد بالقرآن کے اہم تر فریضہ میں مصروف ہو جاتی۔ بچوں ہی کی نہیں بڑوں کی بھی تربیت کرتی۔ عورتوں ہی کی نہیں مردوں کو بھی تعلیم دیتی۔ ضرورت پڑتی تو مردوں سے خطاب کرتی اور وقت آنے پر امور مہمہ میں راہنمائی کے فرائض بھی سرانجام دیتی۔ انہی میں سے وہ عظیم اور بلند پایہ خاتون بھی تھیں جن کے متعلق بڑے بڑے علماء دین اور فقہاء اور مفسرین کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ حضور اکرم ﷺ سے ہم نے جو دین سیکھا اس میں سے آدھا دین ہمیں اس عظیم خاتون یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وساطت سے پہنچا۔

جب مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ میں عورت کی

نمائندگی کا سوال پیدا ہوا تو یہی وہ تصور تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ذہن میں تھا اور عورت کا یہی وہ مقام تھا جس پر آپ احمدی خاتون کو فائز دیکھنا چاہتے تھے۔ کئی سال تک یہ سوال مجلس مشاورت میں اٹھتا رہا اور بڑی زوردار علمی بحثوں کا محرک بنا رہا۔ جہاں بعض علماء کی طرف سے شرعی بنیادوں پر اس کی شدید مخالفت ہوتی رہی کہ عورتیں بحیثیت نمائندہ مجلس مشاورت خود مردوں کی موجودگی میں اپنی رائے کا اظہار کیا کریں۔ وہاں بعض علماء نے شرعی بنیادوں ہی پر عورت کے حق نمائندگی اور حق تخاطب کی پُرزور تائید کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی وقتاً فوقتاً اس بحث پر تبصرے فرماتے رہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ جہاں ایک طرف اس مسئلہ کے شرعی پہلوؤں پر ہر طرح کی بحث و تمحیص کے بعد اس کے حسن و قبح کے سب پہلو نکھر کر سامنے آجائیں وہاں مردوں کو بھی ذہنی طور پر اس امر پر تیار کیا جاسکے کہ وہ عورت کو سوسائٹی میں وہ مقام دینے پر آمادہ ہوجائیں جو اس کا جائز دینی مقام ہے۔ جب بحث راستے سے بھٹک کر ایسی پگڈنڈیوں پر چل پڑتی جن کا رخ کسی دوسری طرف ہوتا تو آپ مقررین کو واپس اصل راستے کی طرف کھینچ لاتے اور نہایت پاکیزہ اور واضح تبصرہ فرما کر اصل مبحث کی طرف ذہنوں کو منتقل فرما دیتے۔ زیر نظر مسئلہ کے وقتی پہلو پر ہی آپ کی نظر نہ تھی بلکہ بار بار آپ بحث میں حصہ لینے والوں کی توجہ مستقبل کی طرف بھی مبذول کرواتے اور انہیں خبردار کرتے کہ آج کے فیصلے کی غلطی یا درستی (احمدیت) کے مستقبل پر بہت دیرپا اور دوررس اثر ڈالنے والی ہوگی۔ اس لئے پوری احتیاط اور باریک بینی کے ساتھ اس مسئلے کے ہر پہلو پر غور کیا جائے۔

آپ نے اس اجلاس میں مستورات کو بھی بولنے کی اجازت دی اور روایتی جھجک کی بناء پر جب کوئی بولنے پر آمادہ نہ ہوا تو آپ نے بار بار اصرار کے ساتھ انہیں اس بحث میں حصہ لینے پر آمادہ کیا۔ غرضیکہ اس موضوع پر آپ کے ارشادات اور فیصلے احمدی عورت سے متعلق صحیح دینی تصور کو بڑی عمدگی سے واضح کرتے ہیں اور یقیناً ان میں سے بعض اقتباسات کو پیش کرنا قارئین کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ممبران مجلس مشاورت کی اصولی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ رائے دیتے وقت ...... یہ بات مدنظر رکھیں کہ ان کے فیصلہ کا نتیجہ انہی کے آگے آئے گا اگر عورتوں کو مجلس مشاورت میں رائے دینے کا حق دینا نقصان کا موجب ہوگا تو ان کی غلطی انہی کے لئے نقصان دہ ہوسکتی ہے اور اگر حق نہ دینا (احمدیت) کے لئے مشکلات پیدا کرنے کا باعث ہوگا تو اس کا خمیازہ بھی انہی کو بھگتنا پڑے گا......

میں جہاں تک سمجھتا ہوں اس وقت تک (احمدی) عورتوں کی زبان نہیں۔ وہ خاموش گھروں میں بیٹھی ہیں مگر اس میں بھی شک نہیں کہ وہ خموش گھر اور تاریک گھر اور ان میں رہنے والا بے زبان حصۂ انسانی بہت سے تغیرات میں مبتلا ہے۔ ان تاریک کونوں میں علم کا نور پہنچ رہا ہے۔ ان بند گھروں کے دروازے کھل رہے ہیں۔ بے زبان عورتیں زبان حاصل کر رہی ہیں۔ اگرچہ ابھی بہت کمزور حالت ہے۔ بہت چھوٹی سی تحریک ہے۔ بہت معمولی سی رو ہے۔ مگر حالات بتاتے ہیں کہ یہ رو بڑھ کر رہے گی اور طاقتور ہو کر سامنے آجائے گی۔

پس ہمیں کوئی فیصلہ کرنے سے قبل یہ سوچ لینا چاہئے کہ اگر (دین) صریح طور پر یہ کہتا ہے کہ عورت کو مجلس شوریٰ میں مشورہ دینے کا حق نہیں تو ہم اس بات کے لئے آمادہ اور تیار ہیں کہ عورتوں کی ترقی کے تمام ذرائع استعمال کریں۔ مگر انہیں مجلس میں مشورہ دینے سے روکے رہیں گے۔ لیکن اگر اس بارے میں شک ہو ہمارے نفوس ہمیں علیحدگی میں کہیں کہ عورتوں کو یہ حق نہ دینے کی نص تو نہیں اور باوجود اس کے گھروں میں امن اور سوسائٹی کے تعلقات کو تباہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو اس دن سے ڈرنا چاہئے جبکہ یہ رَو جو دوسروں میں چل رہی ہے۔ ہماری جماعت اور ہمارے گھروں میں بھی چلنے لگی اور ہمارے نصف حصہ کو یہ کہنے پر مجبور کردے کہ ہم اس مذہب سے تعلق نہیں رکھنا چاہتیں جو عقل تو دیتا ہے لیکن رائے دینے کا حق نہیں دیتا۔ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں، پرسوں نہیں تو اترسوں یہ سوال اٹھے گا اور اس زور سے اٹھے گا کہ کوئی اسے دبا نہیں سکے گا ......ہمیں اس بارے میں جو کچھ دیکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ نصِ صریح ہمیں عورتوں سے مشورہ لینے سے روکتی ہے یا اس کا حکم دیتی ہے اگر حکم دیتی ہے تو ہم کہیں گے آؤ ہمارے سر آنکھوں پر بیٹھو اور ہم ان سے ضرور مشورہ لیں گے لیکن اگر نصِ صریح روکتی ہے تو کہیں گے جاؤ جو چاہو کرلو ہم تمہیں مشورہ میں شریک نہیں کرسکتے۔ لیکن اگر یہ نہیں تو پھر استنباط سے کام لیں گے اور اسے نص صریح قرار نہیں دے گے یہ استنباط غلط بھی ہوسکتا ہے اور درست بھی۔

کہا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے عورتوں کو شاورہم فی الامر میں شریک نہیں کیا اور یہ نص صریح ہے کہ ان کو مشورہ میں شامل نہیں کرنا چاہئے مگر میں کہہ چکا ہوں اس بارے میں جو استدلال پیش کرکے نصوص قرار دی گئی ہیں وہ دراصل نصوص نہیں ہیں۔ اگر ایسی باتوں کو نصوص قرار دیا جائے تو دین میں بڑے رخنے پڑنے کا اندیشہ ہے''۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1929ء ص 138 تا144)

دوران بحث آپ نے زائرین کے باپردہ احاطہ میں موجود خواتین کو صرف اس بحث میں حصہ لینے کی اجازت ہی نہ دی بلکہ ان کی مسلسل خاموشی کو توڑنے کے لئے بار بار اصرار کے ساتھ انہیں آمادہ کیا کہ وہ ضرور اپنا مافی الضمیر خود واضح کریں۔ چنانچہ آپ کی حسب ذیل پُرزور تحریک کے بعد عملاً ایک خاتون مکرمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے دورِنو کی وہ پہلی احمدی عورت ہونے کا تاریخی اعزاز حاصل کیا جس نے باقاعدہ مجلس شوریٰ کو مخاطب کیا ہو۔

آپ کے اس پُراثر خطاب میں سے جس کے نتیجہ میں احمدی عورت کو رسم و رواج کی کئی صدیوں میں کھویا ہوا اپنا حق تخاطب از سرنو حاصل ہوا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:۔

''میں زبانی طور پر پھر اس بات کو دہراتا ہوں تاکہ دوسرے بھی اس امر کے شاہد ہوجائیں کہ اگر کوئی عورت بولنا چاہے تو بول سکتی ہے۔ اگر ہمارے خاندان کی کوئی عورت بولنا چاہے تو میں اسے اجازت دیتا ہوں۔ اگر کسی اور خاندان کی ہو تو وہ اپنی بہتری اور بھلائی سوچ لے۔ شرعی طور پر مردوں کو مخاطب کرکے کچھ کہنا منع نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو کر لیکچر دیتی تھیں۔ جنگ صفین (جنگ جمل) اور دوسرے مواقع پر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت ایک رنگ میں عورت کی قسمت کا فیصلہ درپیش ہے۔ جو چاہیں بول سکتی ہیں''۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1929ء 139,138)

بالآخر مجلس مشاورت میں عورت کی حق نمائندگی کی بحث بہت طول پکڑ گئی اور آپ نے محسوس فرمایا کہ نمائندگان کا ایک قابل ذکر حصہ جس میں سلسلہ کے بعض جید علماء بھی شامل تھے فی الوقت ذہنی طور پر اس بات کو بھی قبول کرنے پر تیار نظر نہیں آتا کہ عورت پردہ کی پابندی کے ساتھ باقاعدہ نمائندہ کے طور پر مجلس مشاورت میں شامل ہوکر مردوں کے ساتھ بحث اور غور و فکر میں حصہ لے۔ تو آپ نے مستقل فیصلہ محفوظ رکھتے ہوئے وقتی طور پر حسب ذیل فیصلہ صادر فرمایا۔ آپ نے فرمایا:۔

''اب میں دوسری تجاویز کو آئندہ کے لئے ملتوی کرتا ہوں۔ لیکن عورتوں کے حق نمائندگی کے متعلق یہ عارضی فیصلہ کرتا ہوں کہ جہاں جہاں لجنہ اماء اللہ قائم ہیں۔ وہ اپنی لجنہ رجسٹرڈ کرالیں۔ یعنی میرے دفتر سے اپنی لجنہ کی منظوری حاصل کرلیں۔ پھر ان کو جنہیں میری اجازت سے منظور کیا جائے گا۔ مجلس مشاورت کا ایجنڈا بھیج دیا جایا کرے گا۔ وہ رائے لکھ کر پرائیویٹ سیکرٹری کے پاس بھیج دیں۔ میں جب ان امور کا فیصلہ کرنے لگوں گا تو ان کی آراء کو بھی مدنظر رکھ لیا کروں گا۔ اس طرح عورتوں، مردوں کے جمع ہونے کا جھگڑا بھی پیدا نہ ہوگا اور مجھے بھی پتہ لگ جائے گا کہ عورتیں مشورہ دینے میں کہاں تک مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔ ان کی رائیں فیصلہ کرتے وقت مجلس میں سنا دی جائیں گی۔ یہ عارضی طور پر ان کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ باقی گفتگو اگلے سال کرلی جائے گی''۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء ص 127)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اس فیصلہ کے بعد گو مجلس مشاورت میں تبادلہ خیالات کا سلسلہ تو ختم ہوگیا لیکن اس اہم قومی اور معاشرتی سوال نے ذہنوں میں جو ہیجان پیدا کردیا تھا اس کی صدائے بازگشت قادیان کی فضاء میں دیر تک سنائی دیتی رہی۔ نجی تبادلہ خیال کے علاوہ مدارس میں بھی یہی مسئلہ مباحثوں کا عنوان بن گیا اور اخبارات میں بھی مضامین لکھے جانے لگے۔ نشر و اشاعت کے اداروں پر چونکہ مردوں کا غلبہ تھا اس لئے عورتوں کو بجا طور پر حق تلفی کا اندیشہ ہوا اور انہوں نے اپنے پیارے امام کی خدمت میں اس بارہ میں دردمندانہ فریاد کی۔ اس پر حضور کا جواب الفضل میں شائع ہوا۔ جس میں آپ نے فرمایا:۔

''الفضل میں ایک مضمون ان کے حق نمائندگی کے خلاف جب چھپا تو لجنہ کی طرف سے میرے پاس شکایت آئی کہ اب ہم کیا کریں۔ جامعہ احمدیہ میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی اور وہاں حق نمائندگی کے مخالفین کو کامیاب قرار دیا گیا ہے۔ میں نے کہا تم بھی میٹنگ کرو جس میں اس مسئلہ پر بحث کرو کہ مردوں کا مجلس مشاورت میں حق نمائندگی ہے یا نہیں اور پھر فیصلہ کردو کہ نہیں''۔

(الفضل 7 جنوری 1930ء ص 4)

عورت کے حقوق اور معاشرہ میں اس کے کردار کے بارہ میں حق نمائندگی کے سوال کے دوران جو بحثیں شروع ہوئیں اگرچہ وہ بڑی فکر انگیز تھیں مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے نزدیک مسئلہ کی اہمیت اس سے بہت زیادہ تھی کہ چند دن یا چند سالوں کی ذہنی ورزش کا سامان مہیا کرکے یہ مسئلہ نظر سے اوجھل ہونے دیتے۔ چنانچہ 1931ء میں آپ نے ایک بار پھر جماعت کو اس کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا اور حسب ذیل الفاظ میں اہل فکر کو جھنجوڑا۔ آپ نے فرمایا:

''اب گزشتہ دو سال سے پردہ کے خلاف جو تحریک شروع ہوگئی ہے میں نے کئی سال قبل اس کے متعلق خبر دی تھی اور مجلس شوریٰ میں اسی وجہ سے حقوق رائے دہندگی کا سوال اٹھایا تھا کہ جس حد تک شریعت عورتوں کو حق دیتی ہے، ہمارا فرض ہے کہ دیں تا انہیں (دینی) تعلیم سے ہمدردی پیدا ہو اور جب تک ان کے اندر یہ جذبہ پیدا نہ ہو وہ عورتوں کو (دینی) احکام پر چلنے کی دعوت نہیں دے سکتیں......۔ لیکن جو عورت خود اپنے کو مظلومہ سمجھے وہ دوسری کو کیا (نصیحت) کرسکے گی۔ پس دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ عورتوں کو تعلیم بھی دی جائے اور ان کے حقوق بھی۔ جو حقوق (احمدیت) نے انہیں دیئے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ خود ہی دے دیں تا ان کے اندر جوش پیدا ہو اور وہ (احمدیت) کی جنگ اپنی جنگ سمجھ کر لڑیں''۔

(الفضل 24 جنوری 1931ء ص 8)

احمدی عورت نے آپ کی قیادت میں ترقی کی جو منازل طے کیں اس کی تفصیل بڑی دلچسپ اور ...... بہت ہی حوصلہ افزا ہے۔ عورتوں کے خصوصی تعلیمی اداروں کا قیام۔ جامعہ نصرت کے ذریعہ کالج کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام جس میں دینی تربیت کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ پھر لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کے ذریعہ مختلف دستکاریوں کی تربیت۔ عورتوں کی علیحدہ کھیلوں کا انتظام، ان میں مباحثوں اور تقاریر کا ذوق و شوق پیدا کرنا۔ مضمون نگاری کی طرف انہیں توجہ دلانا۔ ان کے لئے علیحدہ

اخباروں اور رسالوں کا اجراء اور جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ میں عورتوں کے علیحدہ اجلاس جن میں خواتین مقررین کا خواتین کو خود خطاب کرنا۔ ہر قسم کی تعلیمی سہولتیں اس رنگ میں مہیا کرنا کہ غریب سے غریب احمدی بچی بھی کم ازکم بنیادی تعلیم سے محروم نہ رہے۔ ان تمام امور کا ذکر ایک الگ کتاب کا متقاضی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اپنے باون سالہ دور خلافت میں آپ نے ہندوستان کی پسماندہ عورت کو ایک ادنیٰ مقام سے اٹھا کر ایک ایسے بلند مقام پر فائز کر دیا جسے دنیا کے سامنے (دین) کی عظمت کے نمونہ کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اور بعض امور میں وہ دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ اور آزاد ممالک کی عورتوں کے لئے بھی ایک مثال بن گئی۔ قومی اور ملی امور میں قربانیوں کی چند مثالیں پہلے گزر چکی ہیں۔ عام تعلیمی معیار کو بھی دیکھیں تو احمدی عورت نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خلافت کے آخری ایام میں ایک موقع پر جب ربوہ کی مردم شماری کی گئی تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ اگرچہ مردوں میں سے ایک معمولی تعداد ناخواندگان کی بھی پائی گئی لیکن عورتیں خداتعالیٰ کے فضل سے سو فیصدی خواندہ نکلیں۔

ان متفرق تعمیری، انتظامی اور فلاحی کوششوں کے علاوہ آپ کی ان تقاریر کا اثر جو بالخصوص مستورات کو مخاطب کر کے کی جاتیں اتنا گہرا اور وسیع تھا کہ اسے کسی پیمانے سے ناپا نہیں جاسکتا۔ لجنہ اماء اللہ کی طرف سے ایک کتاب ''الازہار لذوات الخمار'' آپ کے ایسے ہی خطابات سے اقتباسات اخذ کر کے شائع کی گئی ہے جو آپ نے مستورات کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں فرمائے ان کا مطالعہ نہایت بصیرت افروز ہے۔ قارئین یقیناً ان کے مطالعہ سے ایک خاص حظ اٹھائیں گے۔

عموماً ناصح سے لوگ بھاگا کرتے ہیں اور تربیتی تقریروں میں دلچسپی نہیں لیتے۔ لیکن احمدی مستورات کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاکیزہ کلمات سننے کے لئے ناسازگار حالات میں بھی سفر اختیار کر کے پہنچتیں اور ایسے اخلاص اور جذبہ کے ساتھ ان نصائح کو سنتیں اور ان پر عمل پیرا ہوتیں کہ اس کی مثال غالباً دنیا کی کسی اور انجمن، کسی اور قوم اور کسی اور ملک میں نظر نہیں آئے گی۔ مکرم و محترم حاجی محمد الدین صاحب تہال ضلع گجرات کی ایک روایت اس ضمن میں احمدی عورتوں کی قلبی کیفیت کی آئینہ دار ہے۔ ایک دفعہ جب حضور سیالکوٹ ایک لیکچر کے سلسلہ میں تشریف لائے اور حاجی صاحب نے تقریر سننے کے شوق میں سیالکوٹ کا رخت سفر باندھا تو ان کے بیان کے مطابق ''بیوی سے بھی نہ رہا گیا اور بمنت مجھ سے التجا کی کہ اگرچہ بچے بیمار ہیں اور میں خود بھی کمزور ہوں مگر کیا ہی اچھا ہو اگر مجھے ہمراہ لے چلیں تا کہ میں بھی حضور کا روح پرور کلام سن سکوں۔ زندگی کا اعتبار نہیں۔ نہ معلوم پھر موقع ملے یا نہ ملے۔ حالات اجازت تو نہ دیتے تھے مگر اس کے اخلاص کے مدنظر مع بال بچہ اسے بھی ساتھ لے لیا اور سیالکوٹ پہنچا۔ حضور کا پُرشوکت لیکچر جو دن کو مردوں میں قرار پاچکا تھا۔ سن کر ہم محظوظ ہوئے۔ مگر رات کو مستورات میں حضور کی جو تقریر ہونی تھی بوجہ علالت طبع اس کے متعلق اعلان ہو گیا کہ نہیں ہوگی۔ اس اعلان کو سن کر مرحومہ کو ناقابل برداشت صدمہ ہوا اور طبیعت کا سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ ناچار اس کے اصرار وایماء سے ایک درخواست اس کے نام سے بحضور خلیفۃ المسیح الثانی لکھی گئی کہ مستورات بھی حضور کی تقریر سننے کے لئے سخت بے قرار ہیں۔ براہ نوازش ہمیں بھی کچھ نہ کچھ سنایا جائے جسے ازراہ شفقت آپ نے شرف قبولیت بخش کر پنجابی زبان میں وہ تقریر دلپذیر فرمائی جو فرائض مستورات کے نام سے اردو کا لباس پہن کر کتابی صورت میں مدت سے شائع ہو چکی ہے۔

(الفضل 13 فروری 1941ء ص 7)

احمدی عورت کے دل میں آپ کی جو قدر و منزلت تھی اور جس طرح وہ آپ کو دل و جان سے عزیز جانتی تھیں اس کے پُرخلوص اور بے ساختہ اظہار کا ایک موقع اس وقت پیدا ہوا جب قبل از تقسیم ملک آپ ایک مرتبہ شدید بیمار ہو گئے۔ طبعاً ساری جماعت سخت فکر مندی تھی اور متواتر دعاؤں اور صدقات میں مشغول تھی لیکن اس موقع پر قادیان کی عورتوں نے اپنی دعاؤں میں زیادہ سوز و گداز پیدا کرنے کے لئے جو خاص طریق اختیار کیا وہ عہد خلافت کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتا ہے۔ بہت سی ماؤں نے رات کے وقت اپنے بچوں کو دودھ پلانا چھوڑ دیا۔ تا کہ جب وہ بھوک سے بلبلائیں تو ان کی چیخ و پکار کر سن کر ماؤں کے دل بھی تڑپ اٹھیں۔ اور وہ اس شدید کرب کی حالت میں اپنے پیارے امام کے لئے پُر درد دعائیں کرسکیں۔

ایسا ہی ہوتا رہا اور کئی راتوں تک قادیان کی فضاء میں ماؤں کی پُر درد دعاؤں کے ساتھ ملی ہوئی بچوں کے رونے اور بلبلانے کی آواز ایک عجیب درد انگیز ارتعاش پیدا کرتی رہی۔ ع

طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

حصول مقاصد میں لجنہ کی کامیابی کا مختصر ذکر

احمدی مستورات کی عالمی تنظیم لجنہ اماء اللہ نے آپ کی عظیم الشان قیادت میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کے تفصیلی ذکر کا یہ موقع نہیں ہے۔ یہاں محض بعض خصوصی سرگرمیوں کی ایک مختصر سی فہرست پیش کرنے پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔

(1) لجنہ اماء اللہ کی سرکردگی میں احمدی مستورات کے چندہ سے بیت فضل لندن کے علاوہ یورپ میں دو اور بیوت تعمیر ہوئیں۔ ایک ہالینڈ کی بیت مبارک اور دوسری ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن کی بیت نصرت جہاں۔ ان دونوں بیوت پر جو بھی خرچ اٹھا وہ سارے کا سارا احمدی عورتوں کے چندہ سے جمع ہوا۔

قادیان سے ہجرت کے بعد جماعت کے مرکز ثانی ربوہ میں مجلسی اور تنظیمی سرگرمیوں کو زیادہ منظّم کرنے کے لئے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے اپنے دفاتر کے علاوہ ایک ہال بھی تعمیر کرایا۔ جس میں ایک عرصہ تک مجلس شوریٰ کے اجلاس بھی منعقد ہوتے رہے۔ عورتوں کی اس تعمیری ترقی پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک مجلس مشاورت کے موقع پر فرمایا:۔

''اس وقت ہم لجنہ اماء اللہ کی مہربانی سے ان کے ہال میں بیٹھے ہیں۔ گویا مجلس شوریٰ کا اجلاس جو یہاں ہو رہا ہے اس کے لئے ہم عورتوں کے ممنون احسان ہیں۔ میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ عورتیں، مردوں سے چندوں کے معاملہ میں پیش پیش ہیں اور ان میں بیداری پائی جاتی ہے...... میں نے ایک دفعہ مردوں کو طعنہ دیا تو ایک دوست نے کہا عورتیں آخر ہم سے ہی لے کر دیتی ہیں۔ میں نے کہا عورتیں پھر بھی ہمت والی ہیں۔ تمہارے پاس روپیہ ہوتا ہے لیکن تم دیتے نہیں ان کے پاس روپیہ نہیں ہوتا پھر بھی وہ تم سے لے کر دے دیتی ہیں۔ یہ کیا ہی شاندار عمارت ہے جو عورتوں نے بنائی ہے۔ یہ ہال میرے مشورہ سے بنا ہے اور عمارت کو اس طرز سے بنایا گیا ہے کہ ضرورت پڑے تو اسے وسیع کر لیا جائے''۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1952ء ص 118)

(2) لجنہ اماء اللہ کی سرپرستی میں 1926ء سے ایک ماہنامہ ''مصباح'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے جو احمدی مستورات کا بین الاقوامی رسالہ ہے۔

(3) عورتوں میں شوق مطالعہ اور ان کی دینی اور دنیوی معلومات میں اضافہ کے لئے لجنہ اماء اللہ نے 1927ء سے ایک لائبریری قائم کی ہوئی ہے۔ جس کا نام لجنہ کی پہلی سیکرٹری جنرل اور حضرت صاحب کی حرم دوم سیدہ امۃ الحی کی یادگار کی بنا پر امۃ الحی لائبریری رکھا گیا ہے۔ یہ مرکز کتب دن بدن رو بہ ترقی ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے اپنے مقصد قیام کو پورا کر رہا ہے۔

(4) لجنہ اماء اللہ کی سرکردگی میں جماعت کی مستورات تمام دینی اور قومی خدمات میں مردوں کے ساتھ ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ مثلاً تحریک سیرت النبیؐ۔ تحریک کشمیر، تحریک جدید، جس کے بارہ میں حضرت صاحب نے مستورات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ عورتیں بھی اپنے آپ کو تحریک جدید کی والنٹیئرز سمجھیں۔ اسی طرح ملکی انتخابات اور تقسیم ملک کے وقت کے فسادات میں مصیبت زدگان کی امداد کے سلسلہ میں لجنہ اماء اللہ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ خدمت (دین) کی خاطر تحریک وقف زندگی میں بھی مستورات نے اپنے حالات اور دائرہ عمل کے مطابق پُرجوش حصہ لیا۔

جماعتی نظام کے تابع مستورات کی تعلیم کے لئے جو ادارے قائم کئے گئے ان کے علاوہ خالصۃً لجنہ اماء اللہ کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ ہر تعلیم یافتہ عورت کم ازکم ایک ان پڑھ عورت کو لکھنا پڑھنا سکھاوے۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً لجنہ اس اہم تحریک کی طرف توجہ دیتی رہی۔ جس کے نتائج خداتعالیٰ کے فضل سے بہت خوشکن اور حوصلہ افزاء ہیں۔

(5) 1926ء سے پہلے جلسہ سالانہ کے موقع پر عورتیں اپنا الگ جلسہ نہیں کرتی تھیں۔ لیکن حضور کے ارشاد کے مطابق اسی سال سے عورتیں اپنا الگ جلسہ سالانہ کرنے لگیں۔ جس سے عورتوں کو اپنے مسائل پر سوچنے اور تقریریں کرنے کے بہترین مواقع ملے۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خود بھی عورتوں کے جلسہ میں ایک تقریر ضرور فرماتے۔ جس میں عورتوں کے دینی، تمدنی، معاشرتی مسائل زیر بحث لاتے اور عورتوں کو موقع ملتا کہ وہ اپنے حقوق و فرائض کو سمجھیں اور اس طرح زندگی کی مشکلات پر قابو پانے کی جدوجہد میں صنف نازک کی بہترین راہنمائی کرسکیں۔

(6) گھریلو دستکاری کے فروغ کی غرض سے جلسہ سالانہ کے موقع پر زنانہ دستکاری نمائش بھی لگائی جاتی ہے جس میں مختلف مقامات کی لجنات بڑے شوق سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں اور اپنی مساعی سے تیار کردہ اشیاء مقابلہ کے لئے رکھتی ہیں اور اس طرح اسے فنی معلومات کے تبادلے کا بہترین ذریعہ بنانے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں کچھ عرصہ سے لجنہ کے شعبہ دستکاری کے زیرنگرانی ایک انڈسٹریل سکول بھی جاری کیا گیا ہے جو بڑی کامیابی سے چل رہا ہے۔ اسی طرح دوسرے مقامات کی بعض لجنات نے بھی انڈسٹریل ہوم جاری کر رکھے ہیں۔

(7) جلسہ سالانہ کے علاوہ لجنہ اماء اللہ ہر سال اپنا تین روزہ سالانہ اجتماع بھی منعقد کرتی ہے جس نے اب لجنہ اماء اللہ کی سرگرمیوں کے ایک بہت بڑے مظہر کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اس اجتماع کے موقع پر جو بالعموم اکتوبر کے مہینہ میں ہوتا ہے۔ مستورات کی مجلس شوریٰ منعقد ہوتی ہے۔ جس میں سالانہ بجٹ کے علاوہ سال بھر کے عمومی پروگرام دنیا بھر کی لجنات کے باہمی روابط کے ذرائع اور مقامی مجالس کی مشکلات کے متعلق غور و خوض کیا جاتا ہے۔ مرکزی لجنہ کی مساعی کی مفصل رپورٹ پیش کی جاتی ہے۔ اسی طرح علمی اور تقریری مقابلے کروائے جاتے ہیں۔ عام اصلاحی اور علمی تقاریر کا پروگرام بھی بڑا مفید اور دلچسپ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح بھی مستورات کو خطاب فرماتے ہیں۔ جس میں انہیں ان کے مقصد زندگی اور جماعتی فرائض کی طرف عارفانہ انداز میں توجہ دلائی جاتی ہے۔

غرض عورتوں کی بیداری اور ان میں احساس ذمہ داری پیدا کرنے میں اس اجتماع کو ایک نمایاں دخل حاصل ہوتا جا رہا ہے اور دن بدن اس کی دلچسپیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

(8) دینی کتب کے امتحانات لینا، تربیتی کلاسز منعقد کرنا اور عورتوں کی بہبود کے دوسرے پروگرام بنانا بھی اس مجلس کی سرگرمیوں کا ایک اہم حصہ ہے۔ 1928ء سے لجنہ اماء اللہ کی زیرنگرانی چھوٹی بچیوں کی

بھی ایک مجلس قائم ہے۔ جس کا نام بعد میں حضرت صاحب نے ناصرات الاحمدیہ رکھا۔ اس مجلس میں سات سے پندرہ سال کی عمر تک کی بچیاں بطور ممبر شامل ہوتی ہیں جو اپنے عہدہ دار خود چنتی ہیں اور لجنہ اماء اللہ کی زیرنگرانی اپنے الگ الگ اجتماع منعقد کرتی ہیں اور دوسری علمی و دینی دلچسپیوں میں حصہ لیتی ہیں۔ ابتدائے عمر سے ہی بچیوں میں دینی اور علمی شوق پیدا کرنے کے لحاظ سے یہ مجلس بہت مفید کام کر رہی ہے۔ شروع سے بچیوں کی تربیت اس انداز میں کی جاتی ہے کہ بڑی ہو کر جب وہ لجنہ اماء اللہ کی ممبر بنیں تو اپنے تجربہ اور تربیت کی بناء پر مجلس کی بہترین کارکن ثابت ہوں۔

لجنہ اماء اللہ کی تنظیم اغیار کی نظر میں

بلاشبہ اس تنظیم کا روشن ماضی اور درخشندہ حال ایک خوش آئند مستقبل کا پتہ دیتے ہیں اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ دن دور نہیں جب خلفائے سلسلہ کی روحانی قیادت کے تابع مستورات کی یہ انجمن دنیا بھر کی سب دوسری خواتین کی انجمنوں سے زیادہ وقیع اور وسیع اور طاقتور اور حقوق نسواں کی سب سے زیادہ اور سچی علمبردار بن جائے گی۔ یہ بات محض خوش فہمی نہیں بلکہ حقائق کا رخ اور جماعت احمدیہ کا کردار بتا رہا ہے کہ لازماً ایک دن ایسا ہو کر رہے گا۔

اب تو خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی تعداد اور وقار پہلے سے بہت بڑھ چکے ہیں جب ابھی ابتدائی دور تھا اور جماعت ہر لحاظ سے نسبتاً بہت کمزور اور غیر معروف تھی۔ اس وقت بھی جماعتی تنظیموں کا بنظر غور جائزہ لینے والوں نے اس تنظیم میں عظمت کے ایسے آثار دیکھے تھے جن کا نوٹس لئے بغیر وہ نہ رہ سکے۔ تحریک سیرت کے مشہور لیڈر مولانا عبدالمجید قرشی نے اپنے ''اخبار تنظیم'' امرتسر میں لکھا:۔

''لجنہ اماء اللہ قادیان'' احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح پر ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبار میں چھپ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پُرجوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی۔ جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا''۔

(تاثرات قادیان ص173)

اسی طرح لجنہ کے ماہنامہ مصباح کو پڑھ کر ایک آریہ سماجی اخبار تیج کے ایڈیٹر نے یہ لکھا:۔

''میرے خیال میں یہ اخبار اس قابل ہے کہ ہر ایک آریہ سماجی اس کو دیکھے۔ اس کے مطالعہ سے انہیں احمدی عورتوں کے متعلق جو یہ غلط فہمی ہے کہ وہ پردہ کے اندر بند رہتی ہیں اس لئے کچھ کام نہیں کرتیں فی الفور دور ہو جائے گی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورتیں باوجود دین کے (نعوذ باللہ۔ ناقل) ظالمانہ حکم کے طفیل پردہ کی قید میں رہنے کے کس قدر کام کر رہی ہیں اور ان میں مذہبی اخلاص اور جوش کس قدر ہے۔ ہم استری سماج قائم کر کے مطمئن ہو چکے ہیں۔ لیکن ہم کو معلوم ہونا چاہئے کہ احمدی عورتوں کی ہر جگہ باقاعدہ انجمنیں ہیں اور جو وہ کام کر رہی ہیں اس کے آگے ہماری استری سماجوں کا کام بالکل بے حقیقت ہے۔ مصباح کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ احمدی خواتین ہندوستان، افریقہ، عرب، مصر، یورپ اور امریکہ میں کس طرح اور کس قدر کام کر رہی ہیں۔ ان کا مذہبی احساس اس قدر قابل تعریف ہے کہ ہم کو شرم آنی چاہئے۔ چند سال ہوئے ان کے امیر نے ایک بیت الذکر کے لئے پچاس ہزار روپے کی اپیل کی اور یہ قید لگا دی کہ یہ رقم صرف عورتوں کے چندہ سے ہی پوری کی جائے۔ چنانچہ پندرہ روز کی قلیل مدت میں ان عورتوں نے پچاس ہزار کی بجائے پچپن ہزار روپیہ جمع کر دیا''۔ (تیج 25 جولائی 1927ء)

(سوانح فضل عمر جلد دوم)

مکرم مولوی عبدالرحمان انور صاحب

حضرت مصلح موعود کی پاکیزہ سیرت

حضرت فضل عمر المصلح الموعود کے سب افعال بطور نمونہ قابل تقلید تھے اور رہنمائی کا موجب تھے۔ آپ کی ساری زندگی دعوت الی اللہ کے لئے ہی وقف تھی۔ ہر وقت خیال اس طرف ہی رہتا تھا۔ اس امر کا اندازہ اس بظاہر معمولی سے واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک دفعہ جب حضور ناصر آباد اسٹیٹ میں تشریف لے گئے تو حضور گھوڑوں پر سوار ہو کر عملہ ناصر آباد کے ساتھ فصل کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ڈیرہ پر مکرم و محترم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تھے وہ اپنے ساتھ مچھلی پکڑنے کا سامان بھی لے کر گئے تھے مکرم ڈاکٹر صاحب نے خاکسار کو کہا کہ اس عرصہ میں ہم ڈھورے پر مچھلی کا شکار کر لیں شکار کا سامان تو ہے۔ چنانچہ ہم ڈھورے پر گئے ابھی چار پانچ مچھلیاں پکڑی تھیں کہ حضور مع احباب اس جگہ پہنچے جہاں مکرم ڈاکٹر صاحب مچھلی کا شکار کر رہے تھے۔ حضور گھوڑے سے اتر پڑے اور فرمایا ڈاکٹر صاحب ہم بھی شکار کرتے ہیں۔ چنانچہ مکرم ڈاکٹر صاحب نے کنڈی پر گنڈویا لگا کر کنڈی حضور کو دی۔ جونہی کنڈی سے باندھا ہوا سرکنڈا مچھلی کے گنڈویا کھانے کی کوشش میں ہلتا حضور ڈوری کھینچ لیتے دو تین مرتبہ ایسا ہوا۔ حضور نے ڈوری ڈاکٹر صاحب کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا ہمارے لئے اس کام میں وقت لگانا معلوم ہوتا ہے منشاء الٰہی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں مچھلی پکڑنے کے لئے نہیں بلکہ آدمیوں کو پکڑنے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

اس معمولی فقرے سے حضور کے ذہن میں ہر وقت رہنے والے خیالات اور فرائض کا اندازہ ہوتا ہے جس کا اظہار ایک تفریح کے موقع پر بھی ہوا۔

ایک دوسرا واقعہ جس کا تعلق دعوت الی اللہ کی سرگرمیوں سے ہے یہ ہے کہ تحریک جدید کے ابتدائی عرصہ میں حضور نے تحریک جدید کے زیر انتظام کچھ اشتہارات کی فوری اشاعت کا انتظام فرمایا حضور کی طرف سے ان اشتہاروں اور ٹریکٹوں کے لئے مضمون عموماً جمعرات کے دن عصر کی نماز کے بعد ایک ایک ورق کی صورت میں ملتا تھا۔ یعنی جس قدر مضمون حضور تحریر فرماتے ساتھ ساتھ نیچے بھجوا دیتے کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی نظر ثانی کے بعد فوراً کاتبوں کے حوالہ کیا جائے پھر ہر کاپی کا مضمون سے مقابلہ کر کے درستی کرا کے اسے فوراً پریس میں دیا جاوے اور پھر طباعت مختلف جماعتوں کے نام پیکٹ بنا کر دستی اور باقیوں کو بذریعہ ریلوے پارسل بھجوا دیا جاوے۔ ان میں سے ایک اشتہار کا نام ''اقبال کا پیغام'' اور ایک کا نام ''زندہ خدا کا زندہ نشان'' تھا۔

چنانچہ حضور کی ہدایت کے مطابق راتوں رات چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں باہر جماعتوں کو تقسیم کے لئے بھجوایا جاتا رہا اور صبح سویرے روانہ ہونے والی گاڑی پر کارکن کے ذریعہ بٹالہ، امرتسر، لاہور، لائل پور جمعہ کے وقت سے پہلے پہنچا دیا جاتا۔

حضور کے ساتھ کام کرتے ہوئے ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضور نے یاد فرمایا تو دیکھا کہ حضور نے ریش مبارک کو مہندی لگائی ہوئی ہے اور اوپر کپڑا باندھا ہوا ہے اس حالت میں بجائے آرام سے لیٹنے کے کاغذات پیش کرنے کا موقعہ عطا فرمایا اور ہدایت سے نوازتے رہے۔ اسی طرح جب کہ حضور کو غالباً 1951-52ء میں گلے میں سخت تکلیف تھی اور بولا بھی نہیں جاسکتا تھا حضور نے کاغذات پیش کرنے کے لئے فرمایا اور حضور کاغذات کا مضمون سن کر ایک دوسرے کاغذ پر قلم سے ارشاد نوٹ فرما دیتے تھے۔

اسی طرح ایک موقعہ پر جب کہ حضور بیمار تھے اور حضور ربوہ کے کچے چوبارہ میں مقیم تھے ایک معاملہ کے متعلق تحقیقات کا کام تھا۔ حضور نے متعلقہ احباب کو اوپر کے چھوٹے سے کچے کمرہ میں ہی بلوا لیا۔ حضور انڈویٹین دھوتی پہنے ہوئے تھے اسی حالت میں حضور چارپائی پر تشریف فرما رہے اور باقی دوست فرش پر بیٹھ گئے اور کئی گھنٹہ تک بیانات ہوتے رہے حضور نے ظاہری ٹیپ ٹاپ کو نظرانداز فرماتے ہوئے کام کو مقدم سمجھا اور اس حالت میں ہی کام جاری رکھا۔ یہ واقعہ سب نوجوانوں کے لئے خاص طور پر قابل تقلید ہے۔

چنانچہ حضور نے اپنے دستور عمل کو ہی ملحوظ رکھتے ہوئے ایک مرتبہ واقفین زندگی کے لئے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ جب تک کوئی شخص شدید بیمار نہ ہو جاوے کہ کام کرنے کے قابل ہو وہ کام کرتا رہے اور رخصت منظور نہ کی جایا کرے۔

اس ضمن میں ایک اور واقعہ بھی ہے کہ خاکسار انچارج تحریک جدید کے طور پر کام کرتا تھا۔ حضور نے وقت کی تنگی کی وجہ سے خاکسار کو بھی کاغذات پیش کرنے کے لئے یاد فرمایا اور مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس کو بھی ارشاد فرمایا کہ وہ کشمیر کمیٹی سے متعلقہ کاغذات پیش کریں۔ پہلے حضور میرے کاغذ پیش کرنے پر ہدایت دیتے۔ میں حضور کی ہدایت کو لکھنے میں مصروف ہوتا تو اس وقت میں مکرم شمس صاحب حضور کی خدمت میں کاغذ پیش کرتے اور وہ حضور کی ہدایت کو نوٹ کرنے میں مصروف ہوتے تو خاکسار دوسرا کاغذ پیش خدمت کر دیتا۔ اس طرح سے حضور نے بیک وقت دو احباب کو کاغذات پیش کرنے کا موقعہ عطا فرمایا۔

حضور نے اپنے اسی نظریہ کا کئی دفعہ اظہار فرمایا تھا کہ آدمی کے لئے کسی کام کے کر سکنے سے کلی طور پر معذوری کا اظہار نامناسب ہے ہر کام براہ راست یا بالواسطہ سرانجام دیا جاسکتا ہے چنانچہ عملی صورت ایک دفعہ یہ ہوئی کہ کانگریس کے زیر اہتمام ڈھل نگر علاقہ بمبئی میں اخبارات میں ایک صنعتی نمائش کے انتظام کے لئے بہت پروپیگنڈا تھا ان دنوں دارالصناعت کے ضمن میں صنعتی معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حضور نے خاکسار کو اس نمائش کے دیکھنے کے لئے ارشاد فرمایا اور خاکسار کے ساتھ دو گریجویٹ واقفین زندگی مکرم چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر اور چوہدری محمد شریف صاحب کو بھجوایا تا کہ اگر وہاں لیڈروں سے ملنے کا موقع ہو یا صنعتی نمائش کے موقعہ پر ترجمان کی ضرورت ہو تو ان سے کام لیا جاوے۔ کیونکہ گجرات کاٹھیاواڑ کے علاقہ کی زبان گجراتی ہے۔ لیکن انگریزی سے کام لیا جاسکتا ہے اور خاکسار انگریزی سے زیادہ واقف نہ تھا اس لئے حضور نے ذمہ دار تو خاکسار کو ہی رکھا لیکن سہولت کے لئے دو گریجویٹ نوجوانوں کو میری علمی کمی کو پورا کرنے کے لئے ساتھ بھجوایا۔

ایک موقعہ پر جب کہ حضور سندھ میں اپنی اراضی محمود آباد اسٹیٹ کے قریب کے نالہ ڈھورہ میں کشتی پر سوار سیر فرما رہے تھے۔ خاکسار بھی حضور کے ہمراہ تھا حضور نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم کشتی چلا سکتے ہو خاکسار نے عرض کیا کہ قادیان کی ڈھاب میں تو کئی مرتبہ موقعہ ملا ہے اس پر فرمایا کہ کشتی پانی کے بہاؤ کی طرف جارہی ہے اس نالے میں سرکنڈے کے پودے جگہ جگہ اگے ہوئے ہیں تمہارا امتحان لیتے ہیں کہ کتنی دور تک ان سے الجھنے کے بغیر کشتی چلا سکتے ہو۔ چنانچہ خاکسار نے اکیلے ہی کشتی چلانا شروع کی۔ تین چار جگہ سے تو بچ نکلا بالآخر ایک جگہ کشتی رک گئی تو حضور مسکرائے اور دوسرے آدمی کو امداد کے لئے فرمایا۔

اسی طرح کراچی میں جبکہ حضور منوڑہ تشریف لے گئے وہاں ایک ڈچ کارگو جہاز حضور نے دیکھا حضور نے اظہار فرمایا کہ ڈچ جہاز بہت صاف ستھرے ہوتے ہیں۔ حضور کے اہل خانہ بھی ہمراہ تھے اس جہاز کے کپتان سے جہاز کو دیکھنے کے لئے اجازت بھی فوراً مل گئی۔ جب حضور اسے دیکھ کر بہت خوش خوش واپس تشریف لائے تو مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا کبھی پہلے جہاز اندر سے دیکھا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں تو دریافت فرمایا کہ جو تصور تمہارے دل میں جہاز کے متعلق تھا یہ جہاز اس سے بڑا تھا یا چھوٹا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ تصور کے مطابق ہی تھا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ کیسے۔ کیونکہ عموماً جہاز کے متعلق اسے دیکھنے سے پہلے یہ تصور ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑا ہوتا ہے اور دیکھنے پر چھوٹا معلوم ہوتا ہے خاکسار نے عرض کیا کہ جہاز ران کمپنیوں کے تفصیلی شائع کردہ لٹریچر کی وجہ سے اس کی لمبائی چوڑائی اور کمروں کے متعلق تصور جو قائم ہو گیا تھا یہ اس کے مطابق ہی نکلا حضور نے فرمایا کہ ہاں پھر تو ٹھیک ہے۔

جب قادیان میں تحریک جدید کو رجسٹرڈ کرانے کا خیال پیدا ہوا تو حضور نے فرمایا کہ یہ کام ایک ہفتہ کے اندر اندر ہو جانا ضروری ہے اسی طرح قادیان سے 1947ء میں لاہور آ جانے پر حضور کا یہ ارشاد مجھے ملا کہ ایک ہفتہ کے اندر رجسٹری کرایا جاوے۔ چنانچہ دونوں موقعوں پر دن اور رات ایک کر کے اور مکرم و محترم شیخ بشیر احمد صاحب کے مکان پر ہی مقیم ہو کر دونوں مرتبہ یہ کام اس عرصہ کے اندر اندر سرانجام پا گیا۔ یہ سب کچھ حضور کی توجہ، دعا اور جذبہ کے ماتحت ہی ہوا حالانکہ عام حالات میں ایسے کام کے لئے بہت وقت صرف ہو جاتا ہے۔

ایک موقعہ پر قادیان میں صبح صبح مکرم خان میر خان صاحب سابق پہرہ دار ایک معمولی کاغذ پر حضور کا رقعہ لے کر میرے مکان پر آئے جس کا مضمون یہ تھا کہ آٹھ ہزار روپے ساتھ لے کر ایک گھنٹہ کے اندر اندر باہر جانے کے لئے تیار ہو کر رپورٹ کرو۔ خاکسار نے رقعہ لے لیا اور سوچ میں پڑ گیا کہ یہ سارا کام ایک گھنٹہ کے اندر کیسے ہوگا۔ کیونکہ روپیہ خزانہ سے نکلوانا ہے اور دفاتر 9 بجے کھلتے ہیں۔ پھر باہر جانے کے لئے بھی کچھ معلوم نہیں کہ کس جگہ یا کس علاقہ میں جانا ہے اور کتنے عرصہ کے لئے جانا ہے۔ سردیوں کا موسم ہے بستر وغیرہ کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے بالآخر دل نے یہی فیصلہ کیا کہ فوراً رقم برآمد کرانے کا انتظام کیا جاوے۔ معقول رقم پاس ہوگی سفر کے حالات کے مطابق جو انتظام ضروری ہوگا ہو جائے گا چنانچہ خاکسار مکرم و محترم مرزا محمد شفیع صاحب محاسب کے مکان پر حاضر ہوا اور حضور کا رقعہ دکھایا۔ انہوں نے سید محمود عالم صاحب امین کی طرف بھجوایا کہ باقاعدہ رقم برآمد کرانے میں تو دیر ہو جائے گی اس لئے حضور کے ارشاد کی وجہ سے خزانہ سے ہی اس رقعہ پر وصولی کرا کر رقم دے دی جائے حضور سے ہدایت بعد میں حاصل کر لی جائے گی۔ خاکسار مکرم سید محمود عالم صاحب کے ہاں

گیا وہ فوراً تیار ہو کر میرے ساتھ آ گئے اتنے میں مکرم مرزا صاحب بھی تیار ہو گئے تھے اور ابھی گھنٹہ میں چند منٹ باقی تھے کہ خاکسار نے حضور کی خدمت میں تعمیل ارشاد کی رپورٹ کر دی۔ حضور نے فرمایا بہت اچھا۔ ابھی قادیان سے باہر جا رہا ہوں تم نے بھی ساتھ جانا ہے خاکسار جب احمدیہ چوک میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضور کی کار تیار ہے۔ چند منٹ کے بعد حضور تشریف لائے اور پہلی دفعہ حضور کی کار میں حضور کے ساتھ لگ کر بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ حضور پہلے لاہور پہنچے پھر ایک خاص کام کے لئے مجھے ایک دوسرے شہر بھجوایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی دقت پیش نہ آئی۔ خاکسار نے بھی سردی کے موسم کے پیش نظر گرم اچکن اور ایک لوئی کے علاوہ کوئی کپڑا نہ لیا کہ اس طرح سے پیدل سفر بھی ہو سکتا ہے اور کسی کمرہ کے کونے میں بیٹھ کر وقت گزر سکتا ہے۔ اس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ فوری طور پر جو انتظام ہو سکے کر لیا جائے اور غیر ضروری دور اندیشی سے اپنی پریشانی کو بڑھانا مناسب نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ جب حضور غالباً 39-1938ء میں سندھ تشریف لے گئے خاکسار بھی ہمراہ تھا۔ حضور جب میرپور خاص پہنچے تو حضور خود تو ناصر آباد تشریف لے گئے اور مجھے فرمایا کہ میں رات کی گاڑی سے ناصر آباد پہنچوں۔ حضور نے ایک چیک دیا کہ بنک سے رقم برآمد کرائی جاوے اور ریزگاری اور چھوٹے نوٹ لئے جائیں جن کی چنائی کپاس کے موسم کی وجہ سے اسٹیٹوں میں بڑی ضرورت ہے اور مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور مکرم نیک محمد خان صاحب کو بھی میرے ساتھ ہی رات کو آنے کا ارشاد فرمایا اس لئے کہ نقدی پاس ہوگی اور رات کا وقت ہوگا حفاظت ضروری ہے چنانچہ جب کنجے جی کے ریلوے سٹیشن پر رات بارہ بجے ہم پہنچے تو گھوڑے سٹیشن پر موجود تھے۔ جب ناصر آباد اسٹیٹ پہنچے تو دیکھا کہ حضور واٹر ورکس کے کنارے ایک کچے کمرہ میں مقیم ہیں (ابھی حضور کی کوٹھی تعمیر نہیں ہوئی تھی) حضور کے کمرے کے ساتھ کے کمرے میں مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضور کی خدمت میں ہمارے آنے کی اطلاع دی گئی۔ حضور نے اسی سوراخ سے جو ساتھ کے کمرے میں ملحقہ دیوار سے کھلتا تھا اور جس پر پردہ کے طور پر کپڑا لٹکایا ہوا تھا۔ حضور نے مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو فرمایا کہ انور صاحب سے ریزگاری وغیرہ لے لیں تاکہ یہ رات کو آرام سے سو سکیں۔ یہ حضور کی خاص شفقت اور مہربانی تھی کہ حضور نے اپنے ادنیٰ خدام کا اس قدر خیال فرمایا۔ اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ حضور انتظار میں تھے یا تو اس فکر میں نیند بہت ہلکی تھی یا پھر ابھی سوئے ہی نہ تھے۔ اس کمرہ کی حالت یہ تھی اس کے صحن کے باہر دروازہ بھی نہ تھا بلکہ سرکنڈے سے بنی ہوئی پتل کو سرکا کر راستہ بند کیا جاتا تھا۔ حضور جو اس اسٹیٹ اور دوسری اسٹیٹوں کے مالک تھے ان کے لئے کیا مشکل تھا کہ فوری طور پر اچھا مکان تعمیر کروا لیا جاتا لیکن حضور نے سادگی ہی کو پسند فرمایا اور محض ذاتی آرام کا زیادہ خیال نہ فرمایا جو احباب کے لئے مثال ہے۔

(ماہنامہ خالد جولائی 1970ء)

☆☆☆

فرخ سلمانی

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

تعلق باللہ کی ایک زندہ علامت

خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مامورین کے صدق کی ایک بڑی بھاری کسوٹی خدا کی تائید و نصرت ہے۔ ان کو کثرت کے ساتھ مصفّی غیب پر مطلع کیا جانا، ان کا اپنے وقت پر پورا ہو جانا اور بالآخر غلبہ پر منتج ہونا اس بات کا بدیہی ثبوت ہوتا ہے کہ انہیں ایک عالم الغیب ہستی کا قرب حاصل ہے اور وہ اس کی طرف سے دعویٰ ماموریت میں سچے ہیں۔

اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ مامورین کی طرف سے عزت و اقبال اور فتح و نصرت کی پیشگوئیوں کے مقابل پر مخالفین کی طرف سے ان کی ناکامی و نامرادی اور ذلت و ادبار کی پیشگوئیاں اور دعاوی کئے جاتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں واقعات خود بتا دیتے ہیں کہ کون اپنے دعویٰ میں صادق ہے اور کون کاذب۔ کون خدا کی طرف سے ہے اور کون نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کو عظمتیں اور جاودانی زندگیاں عطا کرتا ہے۔ اور دشمنوں کو نیست و نابود کر دیتا اور آنے والوں کے لئے عبرت کے نشان بنا دیتا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی دربارہ مصلح موعود ان دونوں متقابل پہلوؤں کو سمجھنے کی خاطر مطالعہ کے لئے ایک وسیع مواد پیش کرتی ہے جو خود متعدد پیشگوئیوں کا مجموعہ ہے۔ 20 فروری 1886ء کو حضور نے جب یہ اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے غیر معمولی صلاحیتوں اور نادر و نایاب صفات سے معمور ایک عظیم الشان بیٹا دینے کا وعدہ کیا ہے جو میرے نام کو زمین کے کناروں تک اور کام کو آسمان کی رفعتوں تک پہنچا دے گا اور میری صداقت کا ایک زبردست نشان ٹھہرے گا۔ تو آریہ سماج کے ایک ممتاز لیڈر پنڈت لیکھرام نے بھی خدا کی طرف منسوب کر کے ایک نہایت دلآزار پیشگوئی شائع کی جو مصلح موعود کی تمام صفات کی نکتہ بہ نکتہ نفی کرتی تھی اور ایک بالکل برعکس منظر پیش کرتی تھی۔ مثال کے طور پر صرف ایک شق کا تقابل پیش کیا جاتا ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود کے طویل الہامی کلام میں ایک بشارت یہ بھی ہے کہ

''تیری ذرّیت منقطع نہ ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی''۔

اس کے مقابل پر لیکھرام نے تحریر کیا۔

''آپ کی ذرّیت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی''۔

(کلیات آریہ مسافر)

اس مقابلہ کا کیا نتیجہ ہوا وہ مستقبل پر نہیں ماضی کے پردوں پر رقم ہو چکا ہے۔ اور اہل عالم کو یہ موقعہ نصیب کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والوں سے خدا کے سلوک کا مشاہدہ کر سکیں۔ ایک خدا کی طرف دو مختلف مذاہب کے رہنماؤں کی طرف سے دو متضاد اور متخالف پیشگوئیوں کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹی ہے۔

خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ دکھاتی ہے کہ لیکھرام نے حضرت مسیح موعود کے نیست و نابود ہونے اور آپ کی نسل کے کاٹے جانے کے بارہ میں جو پیشگوئی کی تھی اس میں بیان کردہ مدت کے پورا ہونے میں بمشکل دو ماہ باقی تھے کہ وہ بچہ پیدا ہوا۔ جس کا وجود پیدائش سے پہلے ہی ہندوستان کی مذہبی دنیا میں موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ اگر نگاہوں میں کھا جانے کی طاقت ہوتی اور اگر دشمن کی تمنائیں خدا کی نظر میں ایک ادنیٰ سا درجہ بھی رکھتیں تو اس بچے کے زندہ رہنے یا پنپنے کا کوئی بھی امکان نہ تھا۔ لیکن دنوں پر دن گزرتے چلے گئے اور ایک رات کے بعد دوسری رات آئی لیکن نہ تو لیکھرام کی قہر آلود نظریں اس بچے کو ہلاک کر سکیں نہ اس کی بد دعائیں اور دشنام طرازیاں اس کا کچھ بگاڑ سکیں۔ دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوئے لیکن لیکھرام کی پیشگوئی کے پورا ہونے کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ خود لیکھرام کی نہایت عبرتناک موت کا وقت آ پہنچا۔ اور بعینہٖ اسی طرح جس طرح حضرت مسیح موعود نے 1893ء میں اس کی موت کی واضح پیشگوئی فرمائی تھی عید الفطر کے دوسرے روز لیکھرام ایک نامعلوم شخص کے ہاتھوں اس طرح مارا گیا کہ اس نے چھری کے پے در پے وار کر کے لیکھرام کا پیٹ چاک کر دیا۔ اور انتڑیاں باہر نکل پڑیں۔ چنانچہ چند گھنٹے نہایت اذیت میں مبتلا رہ کر ڈاکٹروں کی ہر کوشش کو ناکام بناتے ہوئے لیکھرام 6 مارچ 1897ء کو خائب و خاسر اس دنیا سے اٹھ گیا۔

دوسری طرف وہ بچہ نامساعد حالات اور کمزور صحت کے باوجود بڑھتا اور پھلتا پھولتا رہا۔ اس کے بچپن کی ادائیں اور عزائم اس کے تابناک مستقبل کا پتہ دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ 1914ء میں پچیس سال کی عمر میں جماعت احمدیہ کا امام بنا۔ بہتوں نے سمجھا کہ یہ بچہ ناتجربہ کار ہے اب تو جماعت ضرور تباہ و برباد ہو جائے گی۔ مگر جس کی ذہانت اور اولوالعزمی کی خدا نے خبر دی تھی وہ ہولناک طوفانوں سے اپنی جماعت کو بچا کر لے جاتا رہا اور ہر میدان میں فتح کے جھنڈے گاڑتا رہا۔ اس کے لاکھوں فدائی آج بھی اس کے نام پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

آج جماعت احمدیہ کو کل عالم میں جو نیک شہرت، قوت اور شوکت اور عظمت نصیب ہے اس میں بہت بڑا دخل حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کا ہے۔ آپ کا 52 سالہ دور دین حق کی تاریخ کا ایک بہت روشن باب ہے جس کے دامن سے فتوحات کے نئے نئے ابواب ظاہر ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

کس شان کی وہ پیشگوئی تھی اور کس شان کا وہ وجود تھا جسے خدا نے وہ پیشگوئی عطا کی اور جو اس کا مصداق بنا۔ یہ پیشگوئی ان سب کی صداقت کی ایک زندہ علامت ہے۔ اور سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے ایک لازوال نشان۔

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے

حضرت مصلح موعود اور جماعت احمدیہ پر مخالفانہ تحریکوں کے مثبت اثرات

خطبہ جمعہ 2 / اگست 1935ء میں حضرت مصلح موعود نے تفصیل سے بیان فرمایا کہ 1934ء کی تحریک کے آپ کی ذات اور جماعت پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس خطبہ کا ایک حصہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ ہم پر اس واقعہ کا کیا اثر ہوا ہے۔ پہلا اثر جو مجھ پر ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر مخلص احمدی اپنے اندر اس اثر کو محسوس کرتا ہوگا یہ ہے کہ **ہم اپنے نفوس میں ایک نئی زندگی اور نیا تغیر محسوس کرتے ہیں۔** میری صحت ہمیشہ سے خراب رہی ہے۔ اس صحت کی خرابی کی وجہ سے میری طبیعت پر ہمیشہ ایک بوجھ رہتا ہے اور اگر ذرا سی بھی کوئی نئی بیماری آجائے تو وہ اس پرانی بیماری کو ابھار دیتی ہے لیکن باوجود اس کے کہ ان فتن کی وجہ سے کام بہت زیادہ ہوگیا، سوائے آنکھوں کی تکلیف کے کہ میں متواتر دیکھ رہا ہوں میری آنکھیں کمزور ہوتی جارہی ہیں، عام صحت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے میں ایسی تبدیلی دیکھتا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ **اس فتنہ کا ہر ظہور میرے لئے دوا کا کام دے رہا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہر فتنہ کی موجودگی میں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے جسم میں ایک نئی طاقت، نئی ہمت، نیا ولولہ اور نیا جوش داخل کر دیا جاتا ہے** اور اب موجودہ مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے اندر اتنی ہمت پیدا کر دی ہے کہ میں آجکل اپنے آپ کو کئی سال پہلے سے بہت زیادہ مضبوط جوان محسوس کرتا ہوں۔ بیماریاں وہی ہیں جو پہلے تھیں مگر میرے ارادہ اور میری ہمت اور میرے عزم میں اتنا عظیم الشان تغیر ہوگیا ہے کہ میں اسے الٰہی فیضان سمجھتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر مخلص احمدی کی یہی حالت ہوگی۔ کئی بڈھے جو اپنے متعلق یہ سمجھتے تھے کہ اب ان کی موت کا وقت قریب ہے اور اب وہ کیا کام کر سکتے ہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم جوان ہیں اور ہم نے ابھی دنیا میں بہت بڑا کام کرنا ہے۔ یہ کتنا بڑا فائدہ ہے جو ان متواتر حادثات کی وجہ سے ہمیں حاصل ہوا۔ اس میں شبہ نہیں کہ جسمانی طور پر انسان عمر کے زیادہ ہو جانے سے کمزور ہو جاتا ہے مگر انسان کی عمر وہ نہیں جو اسے پچاس، ساٹھ یا سو سال حاصل ہوئی بلکہ اگر ایک فتنہ ہم میں نئی ہمت اور نئی روح پیدا کر دیتا ہے اور ہمارے کاموں میں برکت رکھ دیتا ہے اور جو کام بھی ہم کرتے ہیں اس کے نتائج نہایت شاندار نکلتے ہیں تو سوال یہ نہیں کہ ہم پچاس سال جیئے یا ساٹھ سال یا سو سال زندہ رہے بلکہ دیکھا یہ جائے گا کہ اس کام نے ہماری حقیقی زندگی بڑھا دی۔ عمر ان سالوں کا نام نہیں جنہیں انسان رائیگاں کھو دیتا ہے بلکہ عمر وہ ہے جسے انسان کسی مفید کام میں لگاتا اور لوگوں کے لئے اپنے آپ کو نفع رساں بناتا ہے۔ اگر ہماری پچاس سالہ زندگی میں وہ کام ہو جائے جو کوئی دوسرا دو ہزار سال میں کرے تو حقیقتاً ہماری عمر دو ہزار سال ہوگی نہ کہ پچاس سال۔

پس میں سمجھتا ہوں کہ **ان فتن کی وجہ سے ہماری جماعت کے ہزارہا افراد کے قلوب میں نئی ہمت، نیا ولولہ اور نئی امنگیں اور نیا جوش پیدا ہو گیا ہے** اور اس طرح اخلاقی اور روحانی لحاظ سے ہماری جماعت کے پہلے سے کئی گنے زیادہ افراد ہو گئے ہیں۔ اگر ایک شخص اپنے اندر تین آدمیوں کی طاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ایک نہیں رہا بلکہ تین ہو گئے اور اگر کوئی شخص اپنے اندر دس آدمیوں کی طاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ایک نہیں رہا بلکہ دس ہو گئے اور اگر کوئی اپنے اندر سو آدمیوں کی طاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ایک نہیں رہا بلکہ سو ہو گئے اور اس طرح ہماری جماعت اخلاقی لحاظ سے پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گئی ہے۔ پھر دینی رنگ میں کوئی بتائے کہ کیا ان مشکلات کی وجہ سے ہماری حوصلہ شکنی ہوئی؟ دشمن نے زور لگایا اور انتہاء درجہ کا لگایا، دانستہ یا نادانستہ طور پر بعض حکام بھی ان کے ساتھ مل گئے مگر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ (دین) تو ایسے محفوظ اصول پر قائم ہے کہ جو شخص اس کی تعلیموں پر عمل کرے اسے نقصان پہنچ ہی نہیں سکتا۔ مذہبی اور روحانی لحاظ سے نقصان کو الگ رکھو۔ جسمانی اور مادی نقطہ نگاہ سے بھی (دین) کی تعلیم پر عمل کرنے والے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جب مومن کا اصول یہ ہے کہ بلاوجہ اس نے کسی کو نقصان نہیں پہنچانا تو کوئی دوسرا کس حد تک اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی زبان کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر اسے کھلنے نہ دے مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر انہیں کام نہ کرنے دے، مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پاؤں کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر انہیں چلنے نہ دے، مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر انہیں دیکھنے نہ دے، مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کانوں کو ایسے طور پر بند رکھے کہ انہیں ناجائز طور پر سننے نہ دے، اسی طرح مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ملمس کو ایسے طور پر بند رکھے کہ ناجائز طور پر اسے چھونے نہ دے اور مومن کا فرض مقرر کیا گیا ہے دوسرے رنگ میں زبان کے متعلق کہ ناجائز طور پر اسے چکھنے نہ دے۔ پس جب ایک مومن خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنی تمام طاقتوں کو لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بچاتا ہے تو ایسے شخص کو کوئی کہاں تک نقصان پہنچا سکتا ہے۔ دنیا ظلم کرنے بھی لگے تو ایک قدم چلے گی، دو قدم چلے گی، تین قدم چلے گی، چار قدم چلے گی، آخر شریف النفس لوگ اس ظلم کو برداشت نہ کر سکیں گے اور کہیں گے کہ کیوں ایک طرف سے ظلم پر ظلم ہو رہا ہے اور دوسری طرف سے خاموشی پر خاموشی ہے۔

پس پہلا فائدہ ان فتن سے یہ پہنچا ہے کہ ہر احمدی حسب مراتب اپنی ذات میں نئی ہمت اور نئی امنگ پاتا ہے اور دین کی خدمت کے لئے وہ پہلے سے بہت زیادہ جوش اور بہت زیادہ تڑپ اپنے اندر رکھتا ہے۔

دوسرا فائدہ ان حادثات کا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے اخلاق کے دکھانے کے ایسے مواقع میسر آئے ہیں جو پہلے میسر نہیں تھے۔ لوگ ہمارے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ یہ گورنمنٹ کے کھونٹے پر ناچ رہے ہیں ہماری تمام بہادریاں اور ہماری تمام جرأتیں اس ایک بات سے ضائع ہو جاتی تھیں کہ گورنمنٹ ان کی طرفدار ہے۔ آج خدا تعالیٰ نے وہ کھونٹا بھی توڑ دیا ہے تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ احمدی حکومت کے کھونٹے پر ناچ رہے تھے۔ اب جو ہم اخلاق دکھاتے ہیں وہ اسی قوت کے ماتحت دکھلاتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے اندر پیدا کی ہے، کسی حکومت کے بل بوتے پر نہیں دکھاتے۔ اس سے پہلے اس قسم کے اخلاق دکھانے کے مواقع ہمیں کہاں حاصل تھے۔ پھر پہلے ہماری جماعت پر انفرادی طور پر ظلم ہوتے تھے مگر اب صحیح یا غلط طور پر ایک قوم جو قانون شکنی کی عادی ہے اس کا خیال ہے کہ حکومت کے بعض افسر بھی اس کے ساتھ ہیں اور وہ جو بھی ظلم کرے کر سکتی ہے اور پکڑی نہیں جاسکتی۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ اس قوم کا یہ خیال درست ہے یا غلط۔ چاہے یہ درست ہو چاہے غلط یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسی ذہنیت کے ماتحت وہ قوم جو ظلم بھی کرے گی وہ انتہاء درجہ کا ہوگا۔ پہلے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ گورنمنٹ احمدیوں کے ساتھ ہے اس خیال کی وجہ سے کئی لوگ ہم پر ظلم کرنے سے رکے ہوئے تھے اور یہ صورت حالات اتنی واضح تھی کہ حکومت پنجاب کے ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے افسر نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے جبکہ وہ ابھی حکومت ہند میں نہیں گئے تھے کہا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ حکومت آپ کی حمایت یا کسی قسم کی رعایت کرنے کے لئے تیار نہیں تو آپ کو اس سے کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ گویا یہ ایک تسلیم شدہ بات تھی کہ کئی مظالم اس لئے جماعت احمدیہ پر رکے ہوئے تھے کہ لوگوں کو یہ وہم تھا کہ گورنمنٹ احمدیوں کے ساتھ ہے مگر اب چونکہ ان کا یہ وہم بھی جاتا رہا ہے اس لئے وہ ظلم ہم پر کئے جانے لگے ہیں جو پہلے ہم پر نہیں کئے جاتے تھے مگر اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے ہمارے اندر بھی وہ صبر اور برداشت کا مادہ پیدا کر دیا ہے کہ ہم بخوشی ان مظالم کو سہنے لگ گئے ہیں۔ اگر یہ مظالم ہماری جماعت پر نہ ہوتے تو لوگ کہتے اگر احمدیوں پر زیادہ ظلم ہوتا تو شاید اسے برداشت نہ کر سکتے مگر اب جس طرح اندھا دھند احرار ہم پر حملے کر رہے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ ہمارا صبر کمزور سا صبر ہے۔ واقعات سے صاف ثابت ہے کہ ایک قوم حکومت سے نڈر ہو کر ہم پر حملہ کرتی ہے مگر ہم اس کے مظالم برداشت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

تیسرا فائدہ ان حادثات سے ہمیں یہ پہنچا ہے کہ ہمیں اپنی جماعت کی نئی تربیت کا موقع ملا ہے۔ پہلے چونکہ ہماری جماعت پر اس رنگ میں مظالم نہیں ہوتے تھے اس لئے ہماری قربانیاں بھی محدود اثر رکھتی تھیں۔ کسی نے کسی احمدی کو ایک جگہ مارا پیٹا، کسی دوسرے نے کسی احمدی پر مقدمہ کر دیا، یہ انفرادی حملے تھے جو جماعت کے افراد پر کئے جاتے تھے مگر آج کا حملہ قومی حملہ ہے اور قوم کو بچانے کے لئے چونکہ نئی نئی تدابیر اور نئے نئے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ نئی نئی سکیمیں اور جماعت کی ترقی کے لئے نئی سے نئی تدبیریں بتائیں جو پہلے ہمیں معلوم نہیں تھیں یا معلوم تو تھیں مگر جماعت کی حالت ان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ پھر ان مظالم کے نتیجہ میں آپ ہی آپ لوگوں کی تربیت ہوتی جارہی ہے۔ اب ہر شخص خود بخود یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ قومی حملہ کے مقابلہ میں قومی دفاع کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اس قسم کے قومی حملوں کے دفاع میں کانگرس ہم سے زیادہ واقف تھی مگر اب ہماری جماعت بھی اس طریق کار سے واقف ہوتی جاتی ہے اور اپنی ذمہ داری کا زبردست احساس پیدا ہوتا جارہا ہے۔ یہاں دفعہ 144 نافذ کی گئی اور ہم چونکہ قانون کی باریکیوں سے واقف نہیں اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ حکام بعض دفعہ زبردستی بھی ایک دفعہ کا نفاذ کر دیا کرتے ہیں اس لئے جب انہوں نے دفعہ 144 لگائی تو ہم نے دل میں کہا گورنمنٹ نے جو کچھ کیا ہوگا اپنے حالات کے ماتحت درست کیا ہوگا مگر ان فتن کی وجہ سے ہماری جماعت میں جو قومی روح پیدا ہو چکی تھی اس کے ماتحت لاہور میں بیٹھے اور قانون کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے ہمارے عزیز شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو ایک بات سوجھی اور انہوں نے سمجھا کہ گورنمنٹ نے بے جا طور پر اس دفعہ کا ہم پر اطلاق کیا ہے۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اس دفعہ کو تڑوا سکتے ہیں۔ میرے ذہن میں فلاں بات آئی ہے۔ میں نے کہا کہ ہمیں تو اس کا علم نہیں تھا۔ آپ کوشش کریں چنانچہ انہوں نے کوشش کی اور وہ دفعہ اڑ گئی۔ گو مدت کے گزر جانے کی وجہ سے قانونی طور پر اڑی مگر بہرحال اڑی۔ اسی طرح ہزاروں احمدیوں کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ سلسلہ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ غرض یہ تربیت اور تنظیم جواب ہماری جماعت کی ہورہی ہے وہ اس سے پہلے نہیں تھی۔ (خطبات محمود جلد 16 ص 465)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد

ہم قدم قدم پر خداتعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں

قبولیت دعا کا ایک جادو بھرا القائی نسخہ

نصف صدی پیشتر کی بات ہے کہ جولائی 1956ء میں نظام خلافت احمدیہ کو تباہ کرنے کی ایک ناپاک سازش پکڑی گئی جس کا ردعمل یہ ہوا کہ عالمگیر جماعت احمدیہ یکا یک جانفروش پروانوں کی طرح شمع خلافت کے اردگرد اکٹھی ہوگئی اور خدا کے فضل سے ہر ملک میں تمکنت دین کے ایسے ایسے نظارے دیکھنے میں آئے کہ اغیار بھی دنگ رہ گئے۔

انہی ایام میں اللہ جلشانہ نے اپنے محبوب سیدنا محمود المصلح الموعود کو 3,2 نومبر 1956ء کی درمیانی شب کو بذریعہ رویا درج ذیل الفاظ میں قبولیت دعا کا ایک جادو بھرا نسخہ القا فرمایا:۔

''ہم قدم قدم پر خداتعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں''۔

سیدنا مصلح موعود نے 16 نومبر 1956ء کو خاص اسی آسمانی تحفہ پر ربوہ میں ایک ایمان افروز خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اور اس القائی دعا کے روحانی نسخہ پر حکیمانہ شان سے روشنی ڈالنے کے بعد دنیا بھر کے احمدیوں کو ایک بار پھر پُرزور تحریک فرمائی کہ اس دعا کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

مجھے خداتعالیٰ نے یہ فقرے اس لئے بتائے ہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ اگر اپنی دعاؤں میں یہ فقرے کہیں گے تو ان کی دعائیں زیادہ قبول ہوا کریں گی۔ گویا یہ دعا کی قبولیت کا ایک القائی نسخہ ہے۔ یعنی ایسا نسخہ ہے جو بندہ نے ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ خداتعالیٰ نے اسے ظاہر کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جو نسخہ خداتعالیٰ خود بتائے وہ بندہ کے ایجاد کردہ نسخہ سے بہت زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ پس میں نے سمجھا کہ میں جماعت کو بتادوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ عملاً بھی اور دعاءً بھی ان دونوں فقروں کو یاد رکھا جائے کہ ''ہم قدم قدم پر خداتعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضاء کی جستجو کرتے ہیں''۔

یعنی ایک تو یہ کہ ہر قدم جو ہم دنیا میں اٹھائیں یعنی کوئی کام بھی کریں اس میں خداتعالیٰ کی طرف توجہ کرلیں جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم خداتعالیٰ سے دعا کرلیں ...... دوسرا فقرہ ہے ''اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں''۔ یعنی جب کوئی کام کرتے ہیں تو دیکھ لیتے ہیں کہ خداتعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے یا نہیں......

''اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کی دعاؤں کی قبولیت کے لئے ایک راستہ کھولا ہے۔ اگر جماعت کے دوست اپنی دعاؤں میں ان دونوں فقروں کا استعمال کریں گے تو ان کی دعائیں پہلے سے زیادہ مقبول ہوں گی؟

حضرت مصلح موعود نے خطبہ جمعہ میں اس الہامی نسخہ کی اثر انگیز تاثیرات کے فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ اگر یہ فقرے ہماری جماعت کے دوست پڑھیں گے۔ تو ان کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔ میں نے بعد میں ان پر غور کیا اور سمجھ لیا کہ اس میں واقعہ میں دعائیں قبول کرنے کا ایک گُر بتایا گیا ہے۔

''ہم قدم قدم پر خداتعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں'' کے معنے یہ ہیں کہ ہم اپنی زندگی کے ہر فعل کے وقت خداتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارا یہ فعل مبارک ہوجائے۔ اب یہ سیدھی بات ہے کہ جو شخص اپنے ہر فعل کے وقت خداتعالیٰ سے دعائیں کرتا چلا جائے گا۔ لازماً اس کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔ کیونکہ قدم قدم سے مراد چلنا تو ہو نہیں سکتا۔ اس سے یہی مراد ہے کہ ہماری زندگی میں جو بھی نیا کام آتا ہے۔ اس میں ہم خداتعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا تو ہم پر اپنی رحمت اور فضل نازل کر اور جو شخص اپنی زندگی کے ہر نئے کام میں خداتعالیٰ سے دعا کرے گا جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہہ لو۔ کپڑا پہننے لگو تو بسم اللہ کہو۔ کھانا کھا لو تو الحمد للہ کہو۔ نیا کپڑا پہن لو تو الحمد للہ کہو کہ خداتعالیٰ نے یہ کپڑا مجھے پہنایا ہے۔ گویا آپ نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے اور بسم اللہ...... خداتعالیٰ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا موجب ہے اور ہر نئی نعمت کے ملنے پر الحمد للہ کہنا بھی خداتعالیٰ کو متوجہ کرنے کے مترادف ہے۔ گویا ہم قدم قدم پر خداتعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور جب ہم اپنے ہر کام میں خداتعالیٰ کی طرف توجہ کریں گے تو لازمی بات ہے کہ خداتعالیٰ کہے گا کہ میرا یہ بندہ تو کوئی کام میری مدد کے بغیر نہیں کرنا چاہتا اور وہ لازماً اس کی مدد کرے گا۔ پھر دوسرا فقرہ ہے۔ ''اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں'' اس کو پہلے فقرہ کے ساتھ ملائیں تو اس کے یہ معنے ہوگئے کہ ہم ہر کام میں دیکھ لیتے ہیں کہ اس میں خداتعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں اور اگر ہر کام کے کرتے وقت انسان خداتعالیٰ سے دعا کرے اور ہر کام کے متعلق یہ سوچے کہ اس میں خداتعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں تو سیدھی بات ہے کہ اس کی کامیابی اور اس کی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو شخص خداتعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی کام کرے گا۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ خداتعالیٰ اس کی مدد نہ کرے۔ وہ تو خداتعالیٰ کا کام ہوگیا۔ بندے کا کام ہو تو خداتعالیٰ کہہ بھی سکتا ہے۔

''پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ قدم قدم پر دعائیں کیا کرے۔ ہم تھوڑے ہیں اور ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک چڑیا باز کے سامنے ہوتی ہے۔ باز جب چاہے حملہ کرکے اس چڑیا کو مار ڈالے۔ ہمارے بچاؤ کا اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہماری توجہ ہوجائے جیسے قرآن کریم میں آتا ہے (-) یعنی تم خداتعالیٰ کو متوجہ کرتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے جس طرف بھی جاؤ گے ادھر ہی خداتعالیٰ جائے گا اور وہ تمہاری مدد کے لئے آیا ہوا ہوگا۔

پس دعائیں کریں اور کرتے رہیں اور ہر کام میں خداتعالیٰ کی رضا کی تلاش کریں۔ دوست لفظاً بھی یہ دعائیہ الفاظ کہا کریں کیونکہ اس طرح انسان کو یہ تحریک ہوتی ہے کہ جب میں خداتعالیٰ سے کہہ رہا ہوں کہ میں تیری رضا کی جستجو کرتا ہوں تو عملاً بھی مجھے اس کی رضا کی جستجو کرنی چاہئے اور جب وہ عملاً خداتعالیٰ کی رضا کی جستجو کرے گا تو لازماً اس کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی''۔

(الفضل 23 نومبر 1956ء ص 3 تا 5)

حیرت انگیز نظارہ

ان بابرکت کلمات نے خدا کی پاک جماعت پر بجلی کا سا اثر دکھلایا اور تمام مخلصین زہد و عبادت کی جیتی جاگتی تصویروں میں ڈھل گئے۔

یہ دعا خدائے عزوجل نے عین اس دور میں اپنے محبوب و موعود سیدنا محمود المصلح الموعود کے قلب مبارک پر جاری فرمائی جبکہ اس وقت کے سرکاری، صحافتی اور مذہبی و سیاسی حلقوں کی پشت پناہی میں اٹھنے والا فتنہ منافقین زوروں پر تھا۔ مگر شمع خلافت کے پروانوں نے اس مقبول دعا کی برکت کا یہ حیرت انگیز نظارہ بچشم خود مشاہدہ کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس فتنہ کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھر گئیں اور اس طرح حضرت سیدنا مسیح موعود کی یہ پیشگوئی ایک بار پھر چشم فلک نے آب و تاب سے پوری ہوتی دیکھ لی کہ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

محترم میاں منیر احمد صاحب بانی

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

سیدنا حضرت مصلح موعود کی شفقتیں اور فراست کے عجیب نظارے

خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق حضرت مصلح موعود کو لاکھوں عشاق عطا فرمائے۔ لیکن یہ خاکسار جب حضور پر عاشق ہوا تو میری عمر صرف پانچ سال تھی۔ اخبار الفضل اور دوسرے دینی رسائل ہماری دکان پر آتے تھے۔ والد صاحب مرحوم میاں محمد صدیق صاحب بانی شام کو گھر آتے تو ان اخبارات و رسائل سے حضور کا کلام معرفت اور احباب جماعت کو نصائح آسان زبان میں بچوں کے ذہن نشین کراتے۔ والد صاحب کی حضور سے باقاعدہ خط و کتابت تھی۔ اکثر و بیشتر جواب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا لکھا ہوا موصول ہوتا تھا۔ لیکن کبھی کبھار حضور اپنے ہاتھ سے بھی خط رقم فرماتے۔

1939ء کا جلسہ سالانہ سلور جوبلی کا جلسہ تھا۔ بچے بھی اس موقعہ پر قادیان جانے کے لئے بضد ہوئے۔ اس زمانے میں جلسہ کی برکات اور فوائد کا تو علم نہ تھا۔ قادیان جانے کا مقصد صرف حضور کا دیدار حاصل کرنا تھا۔ جلسہ سالانہ کے پہلے روز سردی بڑی شدت کی تھی۔ اس لئے کسی قدر تاخیر سے ہم جلسہ گاہ میں پہنچے۔ سٹیج سے بہت دور جگہ ملی۔ حضور افتتاحی تقریر کے لئے سٹیج پر رونق افروز تھے اور کوئی دوست درثمین سے ''محمود کی آمین'' کے یہ اشعار خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے

لخت جگر ہے میرا۔ محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت۔ کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارك سبحان من يرانی

بچپن اور دوری کے باعث میں حضور کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ اشتیاق اور بڑھ گیا۔ بالآخر وہ مبارک گھڑی آن پہنچی۔ بنگال کی جماعتیں ایک لمبی قطار میں ایستادہ تھیں۔ حضور نے باری باری سب کو شرف مصافحہ بخشا۔ جب ہماری باری آئی تو والد صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے حضور کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضور کا جو تصور قائم کر رکھا تھا۔ اس سے کہیں زیادہ حسین و جمیل۔ مصافحہ سے ایک بجلی کی رو میرے بدن سے گزر گئی۔ خاکسار شعور کے پختہ ہونے تک بجلی کی اس رو پر بہت حیران رہا۔ لیکن کبھی بھی کسی سے ذکر نہ کیا۔ بعد ازاں بہت سے بزرگان سے ایسے واقعات سنے اور کتابوں میں پڑھا کہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں اور روحانیت سے معمور شخصیتوں کا لمس حاصل ہونے پر بعض دفعہ بجلی کی سی رو بدن سے گزرتی ہے جس کی لذت صرف محسوس کی جا سکتی ہے۔ تحریر و تقریر اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔

1941ء میں ہمارا خاندان قادیان آبسا۔ حضور کی خدمت میں کئی دفعہ حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہر ملاقات کے دل پر گہرے نقوش ثبت ہیں۔ چند ذاتی مشاہدات اور یادیں ہدیۂ قارئین ہیں۔

قادیان میں حضرت ام طاہر صاحبہ کا وجود سراپا شفقت و محبت تھا۔ ان سے ملنے والی ہر خاتون یہی سمجھتی تھی کہ آپ سب سے زیادہ مجھ ہی سے محبت کرتی ہیں۔ والدہ صاحبہ کو انہوں نے اپنی بیٹی بنایا ہوا تھا۔ والدہ صاحبہ کے ہمراہ ہم بچے بھی ہفتہ میں دو تین بار حضرت مرحومہ کے ہاں جاتے۔ اکثر حضرت مصلح موعود بھی وہاں تشریف فرما ہوتے۔ گھریلو ماحول میں انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ عام طور پر خدا رسیدہ بزرگان کے بارہ میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ بہت خشک اور خاموش ہوتے ہوں گے لیکن حضرت مصلح موعود سے زیادہ زندہ دل شخصیت میں نے نہیں دیکھی۔ آپ اکثر اپنی بات کی وضاحت کے لئے دلچسپ لطائف بیان فرماتے۔ جو کہ میں گھر آکر اپنی نوٹ بک پر درج کرتا۔

ایک دن ہم نے حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ سے درخواست کی کہ حضور کا کوئی تبرک عنایت فرماویں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور قصر خلافت میں ہیں۔ خود جا کر مانگ لو۔ چنانچہ ہم تینوں چلے گئے۔ حضور اپنے کمرہ میں فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور کسی کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ السلام علیکم عرض کرنے پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور اتنے تپاک اور شفقت سے حال دریافت فرمایا کہ گویا حضور ہمارا ہی انتظار فرما رہے تھے۔ پوچھا۔ بچو! کیسے آنا ہوا۔ ہم نے مدعا عرض کیا کہ کوئی تبرک عنایت فرمائیں۔ حضور نے تین سیب نکال کر دیئے۔ اور خود پھر کتاب پڑھنے میں منہمک ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور کی توجہ ہماری طرف ہوئی تو فرمایا۔ بچو! اب کیوں بیٹھے ہو؟ خاکسار نے عرض کیا کہ ہم نے تبرک کے لئے درخواست کی تھی۔ حضور زیر لب مسکرائے اور فرمایا کہ جو سیب کھائے وہ کیا تھا؟ بچپن کی سادگی تھی۔ ہم نے عرض کیا وہ تو ہم نے کھا لئے۔ کوئی ایسی چیز دیں جو ہمارے پاس رہے۔ اس پر حضور نے تین خوبصورت لال رومال عنایت فرمائے اور ہم اجازت لے کر چلے آئے۔ 1946ء کے فسادات میں کلکتہ میں ہمارا مکان جل گیا تو ان تبرکات سے ہم محروم ہو گئے۔ لیکن اپنے محبوب کے مقدس ہاتھوں سے جو سیب کھائے تھے ان کی لذت اور شیرینی تادم واپسیں نہ بھولے گی۔

ایک دن والدہ صاحبہ کے ہمراہ حضور کی خدمت میں ہم حاضر ہوئے۔ تو حضور نے والدہ صاحبہ سے تحریک جدید میں شمولیت کے تعلق سے دریافت فرمایا۔ والدہ صاحبہ نے بتایا کہ میں اور سیٹھ صاحب 1934ء سے ہی اس تحریک میں بفضل اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ آپ دونوں کے متعلق مجھے علم ہے۔ میں بچوں کے بارہ میں پوچھ رہا ہوں۔ والدہ صاحبہ نے اپنے تین لڑکوں اور دو بچیوں کی طرف سے دس روپے سالانہ کے حساب سے دس سال کے لئے مبلغ پانچ صد روپیہ وہیں ادا کئے۔ حضور نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ دفتر تحریک جدید قصر خلافت کے قریب ہی تھا۔ رقم آپ نے وہاں بھجوا دی۔ اور دو تین روز بعد حضور کے دستخطوں سے مزین دس سالہ سرٹیفکیٹ ہم پانچوں بہن بھائیوں کو خود عنایت فرمائے۔ حضور کی اس مہربانی سے ہم پانچوں اب سب دفتر اول کے مجاہدین میں شامل ہیں۔

والد صاحب نے 1943ء میں قادیان میں اپنا مکان خریدنے کا ارادہ کیا۔ مکانات دیکھے۔ بالآخر محلّہ دارالرحمت میں ایک نیا تعمیر شدہ مکان مکرم شیخ فضل حق صاحب گارڈ کا پسند آیا۔ انہوں نے بڑے شوق سے یہ مکان تعمیر کیا تھا۔ لیکن کسی ضرورت کی وجہ سے ان کو فروخت کرنا پڑ رہا تھا۔ قیمت فروخت انہوں نے بارہ ہزار بتلائی۔ لیکن یہ شرط رکھی کہ کسی سے اس کی فروختگی کا ذکر نہ کریں۔ اور دو دن تک مجھے ہاں یا ناں میں بتا دیں۔ والد صاحب نے کہا کہ مجھے قادیان میں مکان وغیرہ کی قیمتوں کا مطلقاً اندازہ نہیں ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں صرف حضرت صاحب سے مشورہ کروں گا۔ چنانچہ والد صاحب خاکسار کو ہمراہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ساری بات بیان کی۔ حضور نے فرمایا کہ گارڈ صاحب کی بیٹی احمدی بیگم کی شادی ہوئی تھی تو میں بھی اس مکان میں گیا تھا۔ بڑے ہال کمرہ میں مہمانوں کو بٹھایا گیا تھا۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ چاروں کونوں پر ہال کمرہ کے رقبہ کے چار کمرے ہیں۔ حضور نے دو منٹ انگلیوں پر حساب کیا اور فرمایا کہ گارڈ صاحب نے یہ مکان ایک سال قبل بنوایا تھا۔ میرے اندازہ کے مطابق ان کی لاگت اس مکان پر پونے گیارہ ہزار روپے ہے۔ اس لحاظ سے بارہ ہزار روپے بہت مناسب قیمت ہے۔

چنانچہ ملاقات کے بعد بیعانہ دے دیا گیا۔ والد صاحب نے کہا کہ سودا تو ہوگیا۔ اب آپ کے بتلانے میں کوئی حرج نہیں کہ تعمیر میں آپ کا کیا خرچ آیا۔ گارڈ صاحب نے بتلایا قریباً پونے گیارہ ہزار۔ اس پر والد صاحب نے انہیں حضور سے ملاقات کی تفصیل سنائی۔ موجود الوقت سب احباب بہت ہی خوش ہوئے۔ حضرت مسیح موعود کو پیشگوئی میں بتایا گیا تھا۔ ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا''۔ والد صاحب نے بتلایا کہ کلکتہ میں بڑے بڑے انجینئروں سے مکانات کی مالیت کے متعلق اندازے لگواتا ہوں۔ مہینوں کی مغز ماری کے بعد بھی ان کا تخمینہ اکثر غلط ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی کتنی شان سے پوری ہوئی کہ حضور نے اپنے دفتر قصر خلافت میں ہی بیٹھ کر دو منٹ میں مکان کی مالیت کا کس قدر صحیح اندازہ بتلا دیا۔

خاکسار نے 1948ء میں لاہور میں تعلیم الاسلام کالج میں داخلہ لیا۔ ان دنوں حضرت مصلح موعود کا قیام رتن باغ لاہور میں تھا۔ 1947ء کی ہجرت کی وجہ سے انتہائی بے سروسامانی کا عالم تھا۔ ان ایام اور ایسے حالات میں بھی طلبہ پر حضور غیر معمولی شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ تعلیم الاسلام کالج میں جب بھی کوئی تقریب منعقد ہوتی تو حضور اکثر تشریف لا کر خطاب سے نوازتے۔ طلبہ اگر حضور کی ملاقات کی غرض سے رتن باغ جاتے تو میرا تاثر یہ ہے کہ غالباً پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایت تھی کہ طلبہ کا خاص خیال رکھا جائے۔ اور اکثر و بیشتر ان کو ملاقات کا وقت دیا جائے۔ 18 ستمبر 1949ء کو طلبہ کا ایک وفد پروفیسر سلطان محمود صاحب شاہد کی قیادت میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور قالین پر تشریف فرما تھے۔ ہم بھی حضور کے قدموں میں جا کر بیٹھ گئے۔ طلبہ نے اپنی اپنی نوٹ بکیں پیش کیں۔ حضور نے ان پر نصائح لکھ کر دیں۔ خاکسار کی ڈائری پر رقم فرمایا:۔

''تقویٰ۔ تقویٰ اور تقویٰ اور پھر محنت۔ عزم اور ایثار'' (مرزا محمود احمد)

اس وفد میں مکرم مبارک احمد صاحب مدراسی بھی شامل تھے۔ ان کی کاپی پر حضور نے رقم فرمایا:۔

''فضولیات سے پرہیز کرو''۔

بعد ازاں حضور نے طلباء کو نصائح سے نوازا کہ آپ کو بے حد محنت کی ضرورت ہے۔ حالات سرعت سے بدل رہے ہیں۔ پاکستان میں احمدیت کی مخالفت بہت تیز ہو جائے گی۔ اگر کسی وقت بھی جماعت بے سر ہو جائے تو ہر شخص اپنے آپ کو ستون سمجھے اور جماعت کو منتشر ہونے سے بچائے۔ (اپنی ڈائری سے اقتباس)

1944ء میں اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضور کو بتلایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ یوں تو منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سے ہی حضور کی تقاریر اور خطبات مسحور کن ہوتے تھے۔ لیکن اس انکشاف کے بعد تو حضور کے جلال اور جمال پر گویا نکھار آ گیا۔ والد صاحب ہر سال ایک دو ماہ کے لئے قادیان آیا کرتے تھے۔ اور قادیان کے روحانی

ماحول اور برکات پر فدا تھے۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ مغل شہنشاہ کا یہ قول لال قلعہ دہلی کے ایوان خاص میں کندہ ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

روحانی اعتبار سے مذکورہ شعر کی مصداق اس وقت قادیان کی مقدس سرزمین ہے۔ جو روحانیت کا سمندر ہے۔ جس میں ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق غوطہ زن ہوتا ہے۔ اور استفادہ کرتا ہے۔ کلکتہ سے دو ماہ کے لئے قادیان آتا ہوں تو دل پر لگے ہوئے ہزارہا زنگ چھوٹ جاتے ہیں۔ اور قادیان کی محبت ایک مقناطیسی کشش اپنے اندر رکھتی ہے۔ بقول شاعر

نہ ہم کشمیر میں جائیں نہ دل شملہ میں بہلائیں
موافق آ گئی آب و ہوائے قادیاں اچھی

1944ء میں جب والد صاحب قادیان آئے تو اس وقت حضور کا حسن کئی گنا بڑھ چکا تھا۔ روزانہ ہم لوگ مجلس علم و عرفان میں حاضر ہوتے اور اکثر رات دس گیارہ بجے واپس گھر آتے۔ والد صاحب ایسے مسحور ہوئے کہ انہوں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ کاروبار چھوڑ کر قادیان میں ہی دھونی رما کر بیٹھ جائیں گے۔ آپ کا کہنا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اتنی دولت سے نوازا ہے کہ میری تین چار پشتوں کے لئے کافی ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود کا زمانہ نہیں پایا۔ لیکن یہ امر میرے اختیار میں نہ تھا۔ میری انتہائی خوش قسمتی اور خوش بختی ہے کہ چنیوٹ جیسی سنگلاخ زمین میں پیدا ہونے کے باوجود مجھے مامور زمانہ پر ایمان لانے کی توفیق ملی۔ اور میں اس موعود کی روحانیت سے مستفید ہوا جو حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود کا ہی نظیر ہے۔ یہ شعر اکثر آپ کے ورد زبان رہتا ؎

اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

والدہ صاحبہ کئی وجوہات سے اس پروگرام کی سخت مخالف تھیں۔ گھر کی فضا ہفتہ عشرہ بہت کشیدہ رہی۔ مذکورہ پروگرام کی موافقت و مخالفت میں روزانہ ہی دلچسپ مباحثہ ہوتا والد صاحب کئی واقعات سناتے کہ خود حضرت مسیح موعود نے فلاں فلاں رفیق کو اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو ارشاد فرمایا کہ قادیان آ کر سکونت اختیار کرو۔

والدہ صاحبہ کی یہ دلیل تھی کہ ایک لحاظ سے تو قادیان میں ہی آپ کی سکونت ہے۔ مکان خرید کرلیا ہے۔ بال بچے یہاں کے روحانی ماحول میں پرورش پا رہے ہیں۔ لیکن بچوں کا مستقبل اس امر کا متقاضی ہے کہ آپ کاروبار کو خیر باد نہ کہیں۔ خدا تعالیٰ کے فرستادے اور خلفاء روحانی طبیب ہوتے ہیں ہر مریض کی علیحدہ تشخیص فرما کر اس کے مناسب حال نسخہ تجویز فرماتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو نصیحت فرمائی کہ سب سے بڑی نیکی ماں باپ کی خدمت کرنا ہے۔ کوئی اگر عبادت میں کمزور تھا تو اس کے مناسب حال یہ نسخہ تجویز فرمایا کہ سب سے بڑی نیکی نمازوں کی بروقت ادائیگی ہے۔ کسی کو جھوٹ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

باہمی بحث و مباحثہ سے مفاہمت نہ ہوسکی۔ بالآخر طے پایا کہ حضرت مصلح موعود سے ہی راہنمائی حاصل کی جائے۔ اور دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ حضور کی ہدایت کے دونوں پابند ہوں گے۔

والد صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ والدہ صاحبہ کے نمائندہ کے طور پر یہ خاکسار ہمراہ تھا۔ والد صاحب نے اپنی دلی خواہش کا اظہار بلاکم وکاست کیا۔ حضور نے جو ارشاد فرمایا اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے:۔

1۔ کیا اس بات کی گارنٹی آپ نے حاصل کرلی ہے کہ یہ تین چار پشتوں والی دولت ہمیشہ آپ کے پاس رہے گی؟ اگر آپ کی ضروریات سے وافر دولت آپ کے پاس ہے تو دین حق اور احمدیت کی پہلے سے زیادہ خدمت کریں۔

2۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنے ہوئے کام اور روزگار کو بلاوجہ نہ ترک کرنا چاہئے۔

3۔ اگر آپ اس وقت کاروبار چھوڑ کر بیٹھ جائیں گے تو آپ کے بچے بڑے ہو کر کبوتر اڑائیں گے۔

حضور کے مشورہ پر والد صاحب نے عمل کیا۔ کاروبار کو خیر باد کہنے کا ارادہ ترک کیا۔ اور واپس کلکتہ چلے گئے۔ خدا تعالیٰ کے پیاروں کے منہ سے عمومی رنگ سے نکلی ہوئی باتیں اکثر پیشگوئی کا رنگ رکھتی ہیں۔ اس واقعہ کے قریباً دو سال بعد ہی 1946ء میں کلکتہ میں وسیع پیمانے پر ہندو مسلم فسادات رونما ہوئے۔ ہماری تجارت بکلی تباہ ہوگئی۔ سکنی مکانات جلا کر خاک کر دیئے گئے۔ کار نذر آتش ہوئی۔ اور تین چار پشتوں والی دولت ایک قصہ پارینہ ہوگئی۔ 1947ء میں قادیان میں خریدی ہوئی وسیع جائیداد بھی ہاتھ سے نکل گئی۔

والد صاحب نے ہمت نہ ہاری۔ نئے سرے سے کاروبار کیا۔ 1958ء تک مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اپنے فضلوں سے نوازا تو احمدیت کی راہ میں اپنے آخری وقت تک بے دریغ خرچ کرتے رہے۔

خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے موافق حضور اپنے مشن کی تکمیل کے بعد اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے۔ حضور کے کلمات آپ کے عشاق کے دلوں کو لبھاتے اور گرماتے رہیں گے۔ آپ کے کارنامے قیامت تک تابندہ رہیں گے۔ اب تو خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا زمانہ قریب سے قریب چلا آتا ہے کہ ؎

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

عشق کی آگ

پیٹھ میدان وغا میں نہ دکھائے کوئی
منہ پہ یا عشق کا پھر نام نہ لائے کوئی
حسنِ فانی سے نہ دل کاش لگائے کوئی
اپنے ہاتھوں سے نہ خاک اپنی اڑائے کوئی
کون کہتا ہے لگی دل کی بجھائے کوئی
عشق کی آگ مرے دل میں لگائے کوئی
صدمہ درد و غم و ہم سے بچائے کوئی
اس گرفتار مصیبت کو چھڑائے کوئی
رہ سے شیطان کو جب تک نہ ہٹائے کوئی
اس کے ملنے کیلئے کس طرح آئے کوئی
دعویٰ حسنِ بیاں ہیچ ہے میں تب جانوں
مجھ سے جو بات نہ بن آئے بنائے کوئی
ہجر کی آگ ہی کیا کم ہے جلانے کو مرے
غیر سے مل کے مرا دل نہ دکھائے کوئی
دیدۂ شوق اسے ڈھونڈ ہی لے گا آخر
لاکھ پردوں میں بھی گو خود کو چھپائے کوئی
گرز و مگدر کے اٹھانے سے بھلا کیا حاصل
خاک آلودہ برادر کو اٹھائے کوئی
خفگی دو چار دنوں کی تو ہوئی پر یہ کیا
سالہا سال مجھے منہ نہ دکھائے کوئی
جرعۂ بادۂ الفت جو کبھی مل جائے
دخت رز کو نہ کبھی منہ سے لگائے کوئی
تشنگی میری نہ پیالوں سے بجھے گی ہرگز
خم کا خم لے کے مرے منہ سے لگائے کوئی
خلق و تکوینِ جہاں راست، پہ سچ پوچھو تو
بات تب ہے کہ مری بگڑی بنائے کوئی
دے دیا دل تو بھلا شرم رہی کیا باقی
ہم تو جائیں گے بلائے نہ بلائے کوئی
قرب اس کا نہیں پاتا، نہیں پاتا محمودؔ
نفس کو خاک میں جب تک نہ ملائے کوئی

کلام محمود

مکرم عبدالباسط شاہد صاحب

سوانح فضل عمر کا ایک باب

حضرت مصلح موعود کی مالی تحریکات

1۔انجمن ترقی دین کے لئے چندہ (تین ہزار کے قریب وعدے ہوئے۔ صرف قادیان سے 500 روپے اگلے دن ہی وصول ہوگئے)

2۔ریلیف فنڈ کی اپیل (قادیان سے بارہ سو روپے جمع ہوئے، باہر بھی تمام جماعتوں نے اس تحریک میں حصہ لیا)

3۔منارۃ المسیح کی تکمیل کی تحریک (حضرت مسیح موعود نے اس کی بنیاد رکھی تھی تاہم بہ صرف زر کثیر دسمبر 1916ء میں مکمل ہوا)

4۔خواتین کے دعوت الی اللہ فنڈ کی تحریک (خواتین کے ذمہ پانچ سو روپیہ ماہوار لگایا گیا، خواتین نے بہترین نمونہ دکھایا)

5۔بیت لندن کے لئے چندہ کی اپیل (جماعت نے جس اخلاص و مستعدی سے چندہ دیا اس پر پریس نے حیرت کا اظہار کیا)

6۔تحفہ شاہزادہ ویلز کے لئے چندہ (پچیس ہزار افراد کی طرف سے یہ تحفہ پیش کرنے کے لئے چندہ صرف ایک آنہ فی کس مقرر کیا گیا)

7۔نظارت مال کے لئے قرضہ کی اپیل (30 ہزار سے زائد قرضے اتارنے کے لئے یہ اپیل کی گئی۔ جماعت نے قربانی کا اعلیٰ معیار پیش کیا)

8۔تعمیر بیت الذکر برلن (جماعت کی خواتین نے محیر العقول قربانیاں پیش کرتے ہوئے 20 ہزار کی تحریک کے مقابلہ میں 80 ہزار پیش کر دیا)

9۔تحریک انسداد شدھی (حضور نے کمال اعتماد سے فرمایا ''کل جماعت کی جائیداد تخمیناً 2 کروڑ کی ہے اگر ضرورت پڑی تو کل املاک اور اموال خدا کی راہ میں وقف کرنے سے میں اور میری جماعت دریغ نہ کریں گے''۔)

10۔چندہ تحریک خاص (بعض فوری ضروریات کے لئے ایک لاکھ روپے کی تحریک کی گئی۔ تین ماہ کے اندر اندر جماعت نے یہ رقم پیش کر دی)

11۔چندہ خاص (مجلس شوریٰ 1929ء کی رپورٹ کے مطابق جماعت نے مطلوبہ رقم پیش کر دی)

12۔ریزرو فنڈ کی تحریک (25 لاکھ سے زائد کی جائیداد بطور ریزرو فنڈ خریدی گئی۔ بعد میں اس جائیداد کی قیمت اور منافع میں کئی گنا اضافہ ہوگیا)

13۔لندن مشن کے لئے چندہ (حضور نے احمدی مستورات کو چار ہزار روپے سالانہ کی تحریک فرمائی عورتوں نے اپنے قربانی کے معیار اور ریکارڈ کو برقرار رکھا)

14۔بیت لندن کی مرمت (چھ ہزار روپے کی تحریک تھی۔ بیگم صاحبہ سیٹھ عبداللہ الہ دین نے ایک ہزار پیش کر دیا اور باقی رقم بھی وقت کے اندر اندر جمع ہوگئی)

15۔چندہ خاص (اس تحریک کے متعلق تین ماہ کے بعد حضور نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ چندہ خاص کی تحریک میں سوا لاکھ روپیہ مقررہ میعاد کے اندر جمع ہوگیا ہے)

16۔بیت اقصیٰ قادیان کی توسیع تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ بیت اقصیٰ پہلے سے دگنی ہوگئی۔

17۔مسلمانان کشمیر کے لئے چندہ (یہ تحریک 1931ء میں کی۔ جماعت نے بڑے اخلاص سے لاکھوں روپیہ پیش کیا جسے مسلمانوں کی تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی حالت سنوارنے پر خرچ کیا)

18۔امانت فنڈ (1934ء میں حضور نے جماعت کے خزانہ میں اپنا روپیہ بطور امانت رکھوانے کی اپیل کی تھی جو بہت کامیاب رہی۔ افراد جماعت نے بھی فائدہ اٹھایا اور جماعت نے بھی)

19۔تحریک جدید (یہ تحریک 1934ء میں حضور نے شروع فرمائی کل مطالبہ ساڑھے 27 ہزار کا تھا جو تین سال میں پورا کرنا تھا۔ جماعت نے پہلے سال ہی قریباً 30 ہزار پیش کر دیا۔ دوسرے سال ایک لاکھ ستر ہزار۔ تیسرے سال ایک لاکھ 45 ہزار)

20۔جماعتی جھنڈا تیار کرنے کی تحریک (یہ تحریک 1939ء میں کی گئی، رفقاء مسیح موعود سے تھوڑی تھوڑی رقم لے کر ایسی روئی خریدی گئی جو رفقاء نے کاشت و برداشت کی تھی۔ رفیقات نے کاتا، رفقاء نے کپڑا بنا اور سیاہ رنگ کا جھنڈا جس کے درمیان میں منارۃ المسیح، ایک طرف بدر اور دوسری طرف ہلال تھا تیار ہوا)

21۔غلہ فنڈ کی تحریک (1942ء میں یہ بابرکت تحریک شروع ہوئی تھی اور اب تک مسلسل غرباء کی خدمت ہو رہی ہے)

22۔وقف جائیداد۔ وقف آمد (یہ تحریک 1944ء میں شروع کی۔ جولائی 1947ء تک ڈیڑھ کروڑ کی جائیداد وقف ہو چکی تھی۔ 1947ء کے ہنگامی حالات میں اس سے غیر معمولی فوائد حاصل ہوئے)

23۔توسیع بیت مبارک (9 مارچ 1944ء کو توسیع کا اعلان فرمایا۔ مثالی کامیابی ہوئی۔ حضور نے فرمایا ہمارا اندازہ دس ہزار روپے کا تھا مگر اب تک خدا تعالیٰ کے فضل سے پندرہ ہزار کے وعدے ہو چکے ہیں۔ یعنی نماز عصر سے نماز مغرب کے دوران)

24۔تعلیم الاسلام کالج (یہ تحریک 1944ء میں حضور نے کی۔ ڈیڑھ لاکھ کی تحریک فرمائی چھ ماہ میں ہی ایک لاکھ اکاون ہزار کے وعدے ہوگئے)

25۔تراجم قرآن کریم (20 راکتوبر 1944ء میں یہ تحریک کی۔ خرچ کا اندازہ ایک لاکھ چالیس ہزار کا تھا۔ جماعت نے دو لاکھ 60 ہزار کے وعدے پیش کئے)

26۔توسیع تعلیم الاسلام کالج (کالج کی توسیع کی تحریک 15 مارچ 1946ء میں فرمائی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے کالج کی وسیع و عریض شاندار عمارت اور باقی ضروریات کا شاندار طریق پر پورا ہونا اس تحریک کی کامیابی کا منہ بولتا اعلان ہے)

27۔ترجمۃ القرآن انگریزی (20 راکتوبر 1944ء میں تحریک فرمائی۔ ایک ہزار کتابیں خریدنے کی تحریک تھی۔ ایک سو حضور نے خود خریدیں اور جماعت نے مطلوبہ رقم پوری کر دی)

28۔تعمیر بیت مبارک ربوہ (3 راکتوبر 1950ء کو حضور نے سنگ بنیاد رکھا قریباً پچاس ہزار میں تعمیر ہوئی۔ جماعت نے قربانی کے معیار کو برقرار رکھا)

29۔تعمیر بیوت الذکر بیرون (امریکہ، ہالینڈ اور جرمنی میں بیوت کی تعمیر کے لئے تحریک فرمائی ابتداء میں سات لاکھ ترپن ہزار آمد ہوئی۔ تاہم بعد میں اس سے کئی گنا زائد خرچ سے یہ بیوت تعمیر ہوئیں اور جماعت نے بخوشی یہ قربانی کی)

30۔اصلاح وارشاد مقامی (یہ تحریک 1958ء میں کی گئی۔ حضور کے ارشاد پر حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے تحریک کی کہ ایک سو صاحب ثروت احباب تین سال تک 25 روپے ماہوار ادا کریں۔ یہ تحریک بھی بہت کامیاب رہی)

31۔وقف جدید (یہ تحریک 27 دسمبر 1957ء میں کی گئی۔ یہ تحریک ابتداءً صرف پاکستان کے لئے تھی مگر آہستہ آہستہ اس کے نیک اثرات اور عمدہ نتائج ساری دنیا میں پھیل چکے ہیں)

لاکھوں کے مَصرَف سے قائم ہونے والے اشاعتی ادارے اور ینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی اور الشرکۃ الاسلامیہ کے لئے الگ چندے کی تحریک تو نہیں تھی تاہم ان کی ذمہ داری بہرحال جماعت پر رہی تھی۔

چندہ عام، چندہ وصیت، چندہ جلسہ سالانہ یعنی لازمی چندوں کا سلسلہ بھی مستقل طور پر جاری تھا۔

(سوانح فضل عمر جلد 5 ص 232 تا 235)